ہوالمستعان

مضامین

مصنفہ

زہرا بیگم

۱۳۳۹ھ

۱۹۲۱ء

مطبع مفید عام آگرہ میں باہتمام محمد قادر علیخاں صوفی چھپی

۱۹۲۲ء

دیباچہ

مضامین مختلف اخبارون مین شایع ہو چکے ہین میرا ارادہ نہ تھا کہ کتابی صورت مین
ہوائے جاتے لیکن میری معزز بہن جناب **محمدی بیگم صاحبہ** مرحومہ مغفورہ
یڈیٹر تہذیب النسوان کا (جو ایک نہایت ہی خیر خواہ قوم اور بہت نیک طینت
تون تھین) اصرار تھا کہ یہ مضامین یکجا کتابی صورت میں چھپ جائین۔
افسوس کہ مین ان کی زندگی مین ان کے اس اصرار کو پورا نہ کر سکی اب ان کی حسرت آمیز
کے ساتھ یہ مضامین گو تاخیر ہو گئی ہے کتابی صورت مین مرتب کر کے شایع کرتی ہون
مرحومہ عزیز بہن کی ان کوششون کے شکریہ مین جو انہون نے اپنی صنف کی
اصلاح تہذیب مین کی ہین اس کتاب کو معنون کرتی ہون۔

زہرا بیگم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس رسالے[1] کے ہر مضمون میں تعلیم نسواں کی ہدایت ہوتی ہے جس کی آج ہماری قوم کو اشد درجہ ضرورت ہے۔ اس رسالہ میں ایسے ایسے روشن ضمیر عالی خیال اپنی تحریروں سے خاص و عام کو فائدہ پہونچا رہے ہیں کہ ان کے درمیان جرأت پیدا کر کے بے ساختہ میں اپنا قلم اٹھاؤں تو حقیقت میں عجیب بات ہے۔ مگر اس جرأت کی خاص وجہ یہی ہے کہ زیادہ تر نگاہ بہنوں ہی کی پڑے گی اور ان سے توقع ہے کہ وہ اپنی بہن کی غلطیوں سے چشم پوشی کریں گی

سچ ہے کہ ہم کو بہت کم فائدہ اپنی زبان کا ہے۔ کہ جس نے ہم کو عاجز کر چھوڑا ہے۔ بمبئی ایک ایسا مقام ہے جہاں دنیا کے مختلف حصوں سے ہر حیلہ و بہانہ سے لوگ آ کر جمع ہوئے ہیں۔ اور وہ لوگ اپنی مادری زبانیں اپنے ساتھ کیا لائے

[1] خاتون رسالہ (مرحوم) علیگڈھ۔

گویا اس شہر کے لیئے ایک بیش بہا تحفہ لے آئے۔ انسانی خاصہ ہو کہ نووارد کی آؤ بھگت اچھی طرح کرتا ہے۔ اس ملنے جلنے سے بے ارادہ ہم نے دو ایک لفظ ان کے اختیار کر لیئے اور انھوں نے بھی شاید دو ایک لفظ ہم سے حاصل کیئے ہوں۔ اسی وجہ سے زبان کی اصلاح بارک اللہ ایسے درجہ پر پہونچی ہے کہ ہم تو تیتر بٹیر ہو کر رہ گئے اور ہماری اردو نہ رہی۔ بلکہ زبان تو تلوں ہو گئی ہو اگرچہ اس طرف مسلمانوں میں مستورات کی تعلیم و تربیت کا خیال مضبوط ہو۔ اور اچھی پڑھی لکھی بہنیں موجود ہیں۔ لیکن افسوس اپنے پاکیزہ خیالات کا فائدہ اپنی بہنوں کو صرف زبان کے نقص کے سبب نہیں دے سکتی ہیں۔ اور ہچکچا کر باز رہتی ہیں۔ حق تو یہ ہو کہ دلی والی اور لکھنو والی بہنوں کو اس رسالے میں سے اپنی تحریروں سے مدد دینی چاہیئے۔ تاکہ ان کی فصیح بول چال اور روزمرہ کے محاورات مطالعہ کرنے سے کسی قدر ہماری زبان کی اصلاح ہو جائے۔ اور یہ فائدہ اس درجہ بڑا ہو جس کی انتہا نہیں۔ گویا نا معلوم طور پر فیض عام ہو اور ان بہنوں کو اپنی زبان پر اس درجہ قابو ہوتا ہو کہ جس طرح آراستہ پیراستہ مضامین چاہیں۔ لکھ سکتی ہیں۔ مگر عاجز ہیں تو ہم ہیں۔

یہاں زبان کی درستی کی طرف بعضوں کو خیال پیدا ہوا ہے اور تھوڑی بہت توجہ بھی ہو رہی ہو۔ مگر پورا پورا طریقہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بعضے موقعوں پر پریشان ہو رہتی ہیں۔ سب سے اعلیٰ طرز یہی معلوم ہوتا ہے کہ کتابیں مطالعہ کر کے موزوں جملے ذہن نشین کر لیں۔ لیکن اس میں بھی بڑی مصیبت یہ آ کے پڑی ہو کہ دلی کی وضع الگ

تذکیر و تانیث کا استعمال الگ اگرچہ لکھنؤ کی بول چال اس سے ملتی جلتی ہے پھر بھی
بڑا فرق ہے۔ اسی طرح پنجاب میں کچھ اور ہی ڈھنگ سے اُردو بولی جاتی ہو۔ اب اگر
ہم اپنی زبان کی درستی کی خاطر کوئی معقول ذریعہ پیدا کر سکتے ہیں تو یہی کتابیں ہیں۔
اکثر ان تین مقاموں سے اعلیٰ کتابیں ہم پہونچ سکتی ہیں۔ اب ان تینوں جگہوں پر بھی اسقدر
بڑی مخالفت ہے کہ جس کا اثر کتابوں میں بھی موجود ہے اسلئے ہم کو وقفو نکے لئے مصیبت کا سامنا ہے، کاش سب اہل زبان
مل کے اور باہم مشورہ ہو کر کسی خاص طور پر اُردو زبان قائم کر دیں۔ اور ان قواعد کی ایک
عمدہ کتاب تیار کریں۔ تاکہ دور و دراز کے باشندے بھی اس سے مستفید ہو سکیں
اور ان کو بھی کامل طور سے ہر لحظہ غلطیوں کا خوف دامنگیر نہ رہے۔ یوں تو عمدہ عمدہ قواعد
آجکل موجود ہیں۔ اور نحو و صرف سے تو واقفیت حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن محاورات
اور لہجہ اور بعضی ایسی لفظیں ذو معنی ہیں۔ ان میں ایک معنی بہت ہی ناشایستہ ہوتے
ہیں۔ اور جنھیں ملک میں استعمال کرتے ہیں ان ناواقفوں کو کانوں کان خبر نہیں کہ ہم
کیسے معیوب الفاظ کام میں لے رہے ہیں۔ ایسے محاورات اور الفاظ بالکل خارج
کر دیئے جائیں۔ کیونکہ بعضے اوقات بے طرح جھینپنا پڑتا ہے۔ اور ان لوگوں پر شدت
کا اثر ہوتا ہے جن کا قصد بغیر غلطی کرنے کے اُردو بولنے کا ہوتا ہے یا وہ جنھوں نے
نوچ ناچ کے اپنے شوق سے حاصل کر لی ہے۔ اور ایسے لفظ ترک کر دیئے ہیں۔
وہ کسی سے ان متروک لفظوں کو سنتے ہیں۔ تو ان پر عجب حالت طاری ہوتی ہے۔
خاتون کو میں اسی قسم کے پاتے پر و کیتی ہوں کہ دل کی بھڑاس نکالنے کو جی چاہتا ہو۔

اور امید رکھتی ہوں کہ شنوائی ہوگی۔

ذوق یہ اندک تصرف ؎

بیٹھی بھری ہوئی ہوں خم مے کی طرح میں
پر کیا کروں کہ مہر ہے منہ پر لگی ہوئی

ایک اور بات بھی اس زبان اُردو کے متعلق میں کہنا چاہتی ہوں جس کی چارہ جوئی کی بہت ہی ضرورت ہے۔ انگریزی الفاظ جو مستعمل ہیں ان کا استعمال کونسی حد پر پہونچا ہے۔ بے شک ایسے لفظ جن کے لیئے اُردو الفاظ ہم نہیں پہونچ سکتے ہیں یا فارسی اور عربی کی مدد سے بھی ہم نہیں پا سکتے ہیں۔ تب تو عالم مجبوری ہے اور اس حالت میں کارروائی کے لیئے فرض ہے کہ ہم اپنی زبان میں لین۔ ورنہ بے خیالی سے یا انگریزیت جتانے کے خاطر بالکل بے موقع معلوم ہوتا ہے۔ بارہا میں نے کتابوں میں نیچر۔ فوٹو۔ وغیرہ لیسے لفظ مطالعہ کئے ہیں۔ کہ جن کے اُردو لفظ بہت ہی آسانی سے میسر آسکتے ہیں۔ گفتگو کا طرز بھی اسی پیرائے میں ہو رہا ہے۔ خدا جانے نئی روشنی والے اور کیا کیا گل کھلائیں گے حقیقت میں اگر اس بات کا لحاظ نہ رکھا جائے گا تو اُردو کی پوری ستیاناسی ہو جائے گی۔ جناب سید علی بلگرامی صاحب کی تمدن عرب کو مثال کے طور پر دیکھئے۔ اُنھوں نے کس درجہ تک اپنی زبان کو انگریزی سے آلودہ ہوتے نہیں دیا ہے۔ اور کس خوبی سے سنبھالا ہے۔ اُسی مقام پر انگریزی لفظ کام میں لئے ہیں۔ جہاں مجبوری ہے۔ کیا اس طریقہ کو آپ لوگ پسند نہیں فرماتے۔

بادشاہِ وقت کی زبان سیکھنا ایک امر ضروری ہے۔ نہیں تو کاروبار دنیا کے لئے بہت بڑی روک ہو جاتی ہے۔ مگر کس لیئے ہم ایسی کریہ اور آدھی اُردو بولیں۔

سہل کار آمد تدبیریں

ریشمی کپڑے سے دھبہ کو صاف کرنا

اگر کسی سوتی کپڑے پر روشنائی کا داغ پڑ گیا ہو تو اس کو مٹانے اور بالکل صاف کر ڈالنے کی ترکیب یہ ہے کہ ایک پیالے میں فوراً وہ داغدار حصہ رکھ کے دودھ سے لبریز رہ کے بارہ گھنٹے تک ڈوبی ہوئی حالت میں رکھ چھوڑو اسکے بعد دھو ڈالنے سے داغ بالکل ہی مٹ جائیگا

ٹوٹے برتن کو جوڑنا

شکستہ، ٹوٹی چینی کی چیزوں کو جوڑنے کی یہ ترکیب نہایت موثر ہے۔ سفید نیل کا رنگ جو کہ ٹکیوں یعنی ٹیوبس ( ) میں فروخت ہوتا ہے اور خاص نقاشی کے کام میں آتا ہے ٹوٹے ہوئے حصوں میں صفائی سے لگاکر اصلی وضع سے انھیں خوب ملایا جائے جب یہ کام پورا ہو جائے تو ڈوری سے فوراً جڑے ہوئے ٹکڑوں کو باندھکر چھ ہفتے تک ایک جگہ جہاں نہ گرمی ہو نہ سردی نہ نمی خشک ہونے کیلئے رکھدیں بعد ۶ ہفتے کے ڈوریاں کھولکر اسی سے بے کھٹکے کام لیا جائے۔

نمائش ممبئی

ممبئی میں تقریباً پونے دو مہینے نمائش کی بڑی دھوم رہی بہت ہی عمدہ عمدہ چیزیں دیکھنے میں آئیں۔ ہر جمعرات کو مستورات کے لیے چند گھنٹے پردہ کا انتظام رہتا تھا۔ اور بیبیاں اس کا پورا لطف حاصل کرتی تھیں۔ اتنے مختصر عرصہ میں واقعی اچھی اچھی چیزیں فراہم ہوگئیں۔ جو لاکھوں کے جواہرات اور سونے چاندی کے زیور موجود تھے بعضے سوداگروں نے اپنی دوکانیں اتنے روز کے لیے یہیں سجائی تھیں۔ مختلف اقسام اور مختلف شہروں کے کام الگ الگ حصوں میں رکھے تھے۔ ان میں سے چند نادر چیزوں کا بیان میں لکھنا چاہتی ہوں۔ میسور کے محل کے دروازہ کا منقش کام تھا۔ اور اس پر سونے چاندی کے دیوتاؤں کی تصویریں حقیقت میں قابلِ تعریف تھیں۔ ایک جگہ پارے کا پیالہ دیکھا جو مہروان جی کمانگر پارسی کی صنعت ہے۔ اس میں عجیب بات یہ ہے کہ اگر پارہ ڈالا جاتا ہے تو رِس کر اس میں سے نکل جاتا ہے اور اگر پانی ڈالا جاتا ہے تو بجنسہٖ بھرا رہتا ہے۔ سیماب کو اس طرح منجمد کرنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ کہتے ہیں اگر اس پیالے میں دودھ یا پانی ڈال کر پیا جائے تو تقویت جسم کے لیے بہت ہی مفید ہوتا ہے۔ قیمت کوئی ہزار روپیہ ہوگی۔

ایک سکہ رکھا ہوا تھا کہ جو پندرہ سے پچیس ہزار برس کے درمیان پرانا شمار کیا

جاتا ہے۔ وزن نو تولے سے کچھ زائد ہے۔ پرانا ہونے کے باعث اس کی قیمت پندرہ ہزار روپیہ رکھی گئی ہے۔

عقیق کا ایک بڑا ٹکڑا دیکھا کہ جس کے درمیان قدرتی پانی بھرا ہوا ہے۔ ہلانے سے خاصی طرح دکھائی دیتا تھا۔

آدم جی پیر بھائی کا ایک خیمہ جس میں دالان، بڑا گول کمرہ، اس کے بعد کھانے کا کمرہ، دائیں طرف دفتر کا کمرہ اور دو کمرے، بائیں طرف انٹا کھیلنے کی میز ایک کمرے میں رکھی ہوئی، اور اسی کے متعلق دو کمرے۔ ہر کمرہ عمدہ فرنیچر سے سجا ہوا۔ عین مین مکان کی سی راحت اور آرام کا بندوبست ہو سکے۔ بارہ ہزار روپیہ اس کی قیمت تھی۔ بہت ہی اچھا اور دلپسند خانہ رواں تھا۔

مسز دوراب جی تاتا کی سرپرستی میں ایک احاطہ زنانی دستکاری کا نہایت پُر سلیقہ اور قرینے سے سجا ہوا تھا۔ واقعی وہ قابل دید حصہ تھا تمام دیسی مستورات کی کاریگری غریب امیر متوسط ہر قسم کی اور ہر قوم کی شریف زادیوں کا کام بنا یا ہوا۔ بہت عمدہ نظارہ تھا۔ پارسی بیبیوں نے بڑی جانفشانی اور تکالیف سے بہم پہنچایا، اور اس کی نگہداشت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اور انجام اس خوبی سے ہوا کہ ہر ایک کو اپنی اپنی چیزیں سلامت پہنچ گئیں۔ شائد ہی کوئی کھوئی گئی ہو تو ہو، ورنہ ایسا انتظام تھا کہ تحسین کے قابل۔ ہمارے کنبے کی بہنوں کی اچھی دستکاری رکھی ہوئی تھی۔ ان دستکاریوں کے متعلق تمغے اور سارٹیفکیٹ دیے جائیں گے۔ وہاں بیس تیس ہزار

پتلیاں اچھی بنا کر رکھی تھیں، جن کو متفرق قوم کے لباس پہنائے تھے۔ اکثر معزز مستورات نے اس کام کو انجام دیا تھا، اور ان پتلیوں کو موقع موقع سے رکھا تھا، اس لیئے دستکاری کے درمیان ان کا ہونا بہت ہی موزوں معلوم ہوتا تھا۔

متفرق کھیل تماشے بھی بہت کچھ موجود تھے۔ ان میں واٹر شوٹ مزیدار چیز تھی چھوٹی چھوٹی کشتیاں کہ جن کو تقریباً چالیس پچاس فٹ کی بلندی پر تختے کے زینے سے جو خاص قسم کا اس کام کے لیئے بنا ہوا تھا رسوں کی مدد سے کھینچ لے جاتے تھے۔ اور جن کو شوق ہوتا اس حد پر جا کر کشتی میں سوار ہوتے تھے۔ اس کے بعد رسوں کو ڈھیلا چھوڑ دیتے اور جیسے ہی بڑی ہی سرعت سے اوپر سے کشتی چھوٹ کے بے تحاشا بڑے زور سے پانی میں گرتی۔ خاص اسی کام کے لیئے ایک نہر کی وضع پر اسی زینے کے متعلق بنایا ہوا تھا جس میں چند کروٹیں کھا کر اس پار پہنچ جاتی کہ جہاں سے کشتی سے اتر جاتے دیکھنے والوں کو بہت ڈر معلوم ہوتا تھا، مگر اس کا مزہ اٹھانے والوں کو اکثر دو تین مرتبہ بیٹھنے کی ہوس پیدا ہوتی تھی۔

بعض نہیں تین تین چار چار مرتبہ بیٹھیں، مگر اور بھی بیٹھنے کی ہوس باقی رہی تھی، اس بلندی پر لفٹ سے چڑھنا بہت ہی آسان ہو جاتا تھا۔ پہلے کشتی پانی میں گرتی۔ اس وقت چو طرف سے پانی اڑ کر سب تر کر دیتا تھا، مگر خوش نصیب نہیں بچ نکلتیں پوری پوری بچ تو نہیں سکتیں کچھ نہ کچھ تر ہو جاتیں۔ اور عجب اتفاق کہ جو صرف تماشے کے لیئے کنارے کھڑی ہوتیں وہ بھی ان چھینٹوں کے بے طور اڑنے سے بچ نہ سکتیں۔

شیشے کی بھول بھلیاں دھوکے اور لطف کی چیز تھی۔ خاصکر اس وقت جبکہ کوئی بے چاری بے خیالی سے اس پار جو دکھائی دیتا تھا اس کے دیکھنے کی ہوس میں پھرتی سے قدم دھرتی چلی جاتیں، اور کھٹ سے جا کر شیشے سے ٹکراتی تھیں، اس وقت سب کی ہنسی اور اس ناواقف کی جھینپ میں واقعی بڑا مزہ آتا تھا۔

اخیر رات کو خاص بڑی جدوجہد سے مستورات کے لیئے پردے کا انتظام کیا تھا کہ ڈسن لائٹ کی روشنی سے نمائش میں ٹہلنا بہت اچھا معلوم ہوتا تھا۔ فوارہ کہ جس کے پانی کا رنگ چار رخ سے چار رنگ کا دکھائی دیتا تھا، دھانی۔ آسمانی گلابی اور زرد، بمقابلہ دوپہر کی تپش کے رات کو کچھ اور ہی لطف آتا تھا، ایک مینار بنا ہوا تھا بطور سرچراغان کے جو ہر شب جگمگایا کرتا تھا۔ بے پردہ بیبیوں اور مردوں کے بیٹھنے اور سیر کرنے کے واسطے عمدہ مقام تھا۔ چائے کافی کی انگریزی دکانیں موجود تھیں، ذرا ٹہلے، سیر کی، تھکے تو کچھ کھا پی کے تازے ہو گئے۔ اکثر سنتی ہوں کہ شب کو لوگوں کا ہجوم بہت زیادہ ہوتا تھا، کیونکہ ٹھنڈے وقت دن کی سی روشنی میں سیر کرنا دونی کیفیت دیتا تھا،

نمائش کا ختم ہونا ان دلوں پر ناگوار گزرا ہوگا جو اس جگہ کا پورا حظ لے سکتے تھے ؎

جہاں کل جواہر کے انبار تھے ہزاروں درم اور دینار تھے
وہاں کیا ہے اب خاک ہے سنگ ہے عجب کچھ زمانہ کا نیرنگ ہے

ایک میم صاحب کا غصہ

پیاری بہن صاحبہ!

ایک چھوٹی سی مزے دار سرگزشت آپ کی خدمت میں روانہ کرتی ہوں ازراہِ عنایت تہذیب میں داخل کر کے ممنون کیجئے۔

"برسوں پیشتر ہم تین چار بہنیں ایک روز سیر کے لیے بینڈ اسٹانڈ گئے تھے باجا ہونے کی وجہ سے ایک دو گھنٹے وہاں ٹھہرے، یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں بلکہ ہمیشہ ہوا کرتی ہے مگر اس وقت کے سیر کی ایک خاص بات یاد رہ گئی ہے جس کو میں بیان کرنا چاہتی ہوں ہماری گاڑی رکی اور چقوں کی تیلیوں سے ہم نے دیکھنا شروع کیا۔ عالی مرتبہ، کم درجہ، امیر و فقیر، متوسط الحال مختلف اقوام و مذاہب کے لوگ قریب و دور کے مسافر و سیاح سب ہی نظر آئے۔ میموں کا بازار بھی گرم تھا کوئی اتراتی ہوئی، کوئی پیدل سیر کرتی ہوئی خراماں چلی جاتی تھی۔ ان میموں میں سے ایک نے ہمارے قریب ہی گاڑی روک لی اور ایک چھوٹا سا کتا جو وہ اپنی بغل میں دبائے بیٹھی تھیں اسے بہت ہی نرمی و آہستگی سے زمین پر کھڑا کر دیا۔ کون جانے کب کا

اپنی مالکہ کی محبت میں دبا ہوا بیٹھا تھا، آزادی پاتے ہی خوشی سے بھونکتا ہوا راستہ ناپ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اب تو میم صاحبہ کے ہوش پرّاں ہو گئے۔ مارے محبت و رنج کے کبھی دائیں جھکتیں۔ کبھی بائیں نظر کرتیں۔ کبھی سامنے لمبی نگاہ ڈالتیں۔ آخر کہیں چین نہ پا کر کھڑی ہو گئیں۔ (وکٹوریہ گاڑی ہونے کی وجہ سے چو طرف اچھی طرح دکھائی دیتا تھا) اور غریب کوچبان سے جو گھوڑا پکڑے لوگوں کی آمد و رفت دیکھنے میں غرق تھا حاکمانہ مگر سٹپٹائی ہوئی آواز سے پوچھتی ہیں۔

"کوچبان باوب (کتے کا نام) کید (کدھر) گیا"

اور پھر کئی دفعہ اس کو جواب کے لیے للکارا۔ وہ بیچارہ شامت کا مارا میم صاحب کے بار بار للکارنے سے گبھرایا ہوا قریب آیا تو پھر خوش کلامی سے اپنی فصیح اُردو میں کہتی ہیں۔

"تم کو ہم بولا کہ باوب کو انکی (آنکھیں) بتاؤ۔ انکی (آنکھیں) بتاؤ تم کیسا انکی (آنکھیں) نئی (نہیں) بتایا"

یعنی تم کو ہم نے کہا کہ باوب پر نظر رکھو تم نے کس لیے نظر نہ رکھی۔

یہ سنکر مارے ہنسی کے ہمارا بُرا حال ہوا۔ وہ بار بار تسبیح کی طرح اس فقرہ کو برابر دہراتی رہیں۔ بہت دیر بعد لاڈلا باوب واپس آیا۔ دیکھتے ہی میم صاحب کی باچھیں کھل گئیں فوراً اپنے نزدیک بٹھا کر اور دبا کر گاڑی ہانکدی۔

بچوں کی پرورش

حقیقت میں تاسف کی جا ہے کہ ہندوستان میں اکثر بچوں کی پرورش کا ڈھب بے طور ہو رہا ہے۔ بڑی سے بڑی احتیاط بچوں کے اخلاق پر رکھنی چاہیئے۔ بھولے چوکے بھی بزرگوں کو ناشائستہ حرکت یا بدکلامی نہیں کرنا چاہیئے اس سے قطعی پرہیز کرنا ضرور ہے۔ چونکہ ہر چیز کا معصوم دلوں میں جڑ پکڑ لینا یقینی بات ہے وہ جیسے منظر دیکھیں گے ویسے ہی آپ کرنے کی کوشش کرینگے اس لیئے ہر ادنیٰ و اعلیٰ گھروں میں غرض ہر گھر بزرگ اپنی بزرگی اور اپنے اخلاق کو قایم رکھیں تاکہ بچے اُن کے نقشِ قدم پر چلیں اور ٹھوکر نہ کھائیں۔ اگرچہ بچے اپنی والدہ کے دامنِ شفقت میں زیادہ رہتے ہیں بلکہ یہ کہنا بجا ہے کہ ہر حالت میں مددگار رہتی ہے اور اسکی نگرانی میں وہ نشو و نما پاتے ہیں لیکن اس وجہ سے باپ کو ہرگز آزادی نہیں ہوگی۔ وہ بھی اتنا ہی ذمہ دار ہے ہر حرکت سوچ سمجھ کر کرے تو بہتر ہے تاکہ بچے پیروی کریں اور شائستہ ہو جائیں۔ بہتیری مائیں ایسی ہیں جن کو اس بات کا خیال ہی نہیں۔ پاس پڑوسن ملاقاتی آ گئیں تو اُن کے ساتھ دُنیا بھر کی باتیں کرتی ہیں اور وہ تمام باتیں بچے سُن سُنکر اپنے دماغ میں جمع کرتے ہیں جس سے بڑا اثر اُن کے خلق پر ہوتا ہے۔ اگر ماں باپ بدتمیز ہیں اور اُن کی بدتمیزی رات دن دیکھنے سے بچے بدتمیز بن گئے اور ناموزوں حرکت آئے دن کرنے لگے۔

تو وہ پھر اس بات کو کبھی برداشت نہ کر سکیں گے اور بے طور سزائیں مقرر کر دیں گے بلکہ غصے میں مار مار کے اپنے ہاتھ سوجالیں گے۔ لیکن یہ کبھی بھی اُن کی سمجھ میں نہ آئیگا کہ ہم ہیں جنہوں نے اُن کی معصوم زندگیوں کو تباہ کیا۔ اور ہم کو اپنا طرز بدلنا چاہئیے تاکہ ہمارے دھمکانے کا اثر ہو اور کہنا مان جائیں۔ اس حالت میں بچوں کا جسم چکنا چور کر ڈالا جائے تو بھی جانتا ہوں کہ وہ کبھی راہ راست پر نہیں آ سکتے ہیں۔ وہ جب اپنے بزرگوں سے اُن باتوں کی ممانعت سنتے ہیں کہ جو وہ آپ کرتے رہتے ہیں تو ان پر کیا اثر ہوگا۔ چکنے گھڑے پر پانی کا اثر ہونا ناممکن ہے یہ شعر بالکل بچوں کی ابتدائی تربیت پر صادق آتا ہے ؎

خشت اول گر نہد معمار کج　　　تا ثریا می رود دیوار کج

ابتدا میں جب بُرے طریق سے تربیت کی جاتی ہے تو لازمی ہے کہ بڑا ہو کر ننگِ خاندان ہو جاتا ہے وہی والدین اپنے نصیبے کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور سینے پر دوہتڑ مار کر آٹھ آٹھ آنسو روتے ہیں اور رات دن ان کا ورد ع ملے اجل گر تجھے داری بیا امشب بکش۔ رہتا ہے اور کچھ بن نہیں پڑتا اور وہ وہ فرمائشیں کو سنے دیتے ہیں کہ سننے والوں کا دم ناک میں آجاتا ہے لیکن افسوس یہ خیال ہی نہیں آتا کہ علاج واقعہ پیش از وقوع باید کرد۔ اب کیا ہو سکتا ہے رو رو ہو کے گنگا جمنا بھی بہا دی جائے تو حاصل کیا ؎

عرفی اگر بہ گریہ میسر شود وصال
صد سال می تواں بہ تمنا گریستن

روپیہ کا مصرف

۱۶ ستمبر کے تہذیب النسواں میں جناب منیجر صاحب نے اپنے عزیز بچے حمید علی کی شدید علالت سے نجات پانے کی خوش خبری درج فرمائی ہے۔ واقعی اس طرح شفا پانا خاص عنایت ایزدی ہے ورنہ ایسے مہلک عارضے سے جان بر ہونا قریبا غیر ممکن ہے میں شفایابی پہ مبارک باد دیتی ہوں۔ جناب منیجر صاحب اس نعمت خداوندی کے شکریہ میں کچھ خیرات کرنا چاہتے ہیں اور وہ اخباری بہنوں کا مشورہ طلب فرماتے ہیں۔ اس لیے میری ناقص رائے میں تو یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم نسواں کے متعلق یہ روپیہ صرف کیا جائے۔ اس سے بہتر کون سا صیغہ ہو سکتا ہے ایک بہن کا مضمون کردہ شب برات کی آتشبازی کے متعلق " تہذیب کی ۲ ستمبر کی اشاعت میں دیکھا تھا وہ اس میں تحریک فرماتی ہیں کہ جو روپیہ آتشبازی میں بیہودہ صرف ہوتا ہے۔ وہ کسی مقررہ جگہ بھیج دیا کریں۔ اور اس روپیہ سے غریب یتیم محتاج بچوں کی مدد کیجائے تو بہت مفید ہو۔ اس موقع پر بھی میری رائے اسی بات پر قائم ہے یعنی یہ کہ یہ روپیہ تعلیم نسواں کے متعلق خرچ کیا جائے۔ تو بہت ہی مناسب ہے۔ لاوارث اور محتاج لڑکیاں اگر علم کے زیور سے آراستہ ہوں گی تو بے شک ان کی عاقبت بخیر ہوگی۔ اور دنیا میں نیکنامی اور شائستہ اطواری سے ہر دلعزیز ہوں گی

اور ایسوں کی اس خوبی سے دستگیری کرنے سے ان معاونت کرنیوالوں کو خداوند رحیم بہت ہی بڑا اجر شرطیہ دے گا۔ بیشک اس قلیل رقم سے کوئی زنانہ اسکول جاری ہونا غیر ممکن ہے۔ میں اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ اور ممکن ہے لوگ اسی اعتراض کو پیش کریں۔ اس واسطے میری صلاح ہے کہ زنانہ نارمل سکول جو علیگڈھ میں قائم ہونیوالا ہے اس میں ان دونوں رقموں کو بھیجدیا جائے تو کیا اچھا ہو۔ چونکہ اس کا مقصد بہت ہی عمدہ اور نیک ہے۔ وہاں غریب، مسکین، محتاج، یتیم، بیکس، شریف لڑکیاں تعلیم پائیں گی۔ اور ان لوگوں کے لیئے سب طرح کا شریفانہ انتظام ہوگا اور پردہ کا لحاظ رکھا جائیگا۔ اور یہ وہ لڑکیاں تربیت یافتہ ہوکر صاحب استطاعت لوگوں کے یہاں استانی گری کریں گی۔ اور اس طرح بہت سے خاندانوں کی صاحبزادیاں علم سے بہرہ مند ہونگی اور یوں تمام قوم کی بہبودی متصور ہے اس لیئے مجھے امید ہے کہ تہذیبی بہنیں اور تہذیب کے بانی جنکو تعلیم نسواں کی طرف خاص رغبت ہے وہ خیال کرکے ممنون فرمائینگے۔

کانفرنس اور نمائش

کانفرنس اور نمائش کے موقع پر علیگڈھ میں بھی حاضر تھی۔ اور اسی وجہ سے خاص دو تین باتوں کے متعلق میں اپنے خیالات ظاہر کرنا اپنا فرض سمجھتی ہوں۔ اگرچہ میں یہ بالکل نہیں جانتی ہوں کہ جس اخبار میں اس مضمون کو میں شائع کرانا چاہتی ہوں۔ اس کے اڈیٹر کس وقعت کی نگاہ سے ان سطروں کو دیکھینگے۔ چونکہ بعضے حضرات وہی باتیں شائع کرنا پسند فرماتے ہیں کہ جو ان کو پسند ہوتی ہیں یا اُس میں اُن کا مقصد ہوتا ہے۔ اس کے سوا اپنی خالص آزادانہ طبیعت کو دخل دے کر اور طریقہ کے مضامین شائع کرنا کبھی کبھی پسند نہیں کرتے۔ افسوس یہ ہے کہ تنگ خیالی ہندوستان کا خون کر رہی ہے۔

جناب شیخ عبداللہ صاحب کی کوشش بلیغ کامیابی کے ساتھ نتیجہ خیز ہوئی۔ زنانہ کانفرنس کا جلسہ متعصب اور معترض حضرات کی وجہ سے گو کہ ویسے نہیں ہوا جیسے کہ ہونا چاہیئے تھا تاہم بیس بائیس بیویوں کا ایک جگہ اکٹھے ہو کر تعلیم نسواں کے متعلق تقریریں کرنا اور باقاعدہ مجلس کے ختم ہونے کے بعد آزادانہ ملنے جلنے کے وقت اس کی بابت بحث کرنا خالی از لطف نہیں۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے کہ غیر محسوس طور سے ترقی کے زینے پر قدم رکھا گیا۔ یہ زنانہ کانفرنس کا پہلا جلسہ تھا۔ آئندہ اس طرح کی بہم اللہ سے بہت کچھ عمدہ نتیجوں کی توقع رکھ سکتے ہیں۔ اعتراض کرنے والے کون سے سر اپا اعتراض

کریں گے - یہ سمجھ میں نہیں آتا ہے اگر نزدیک اور دور کی بہنیں ایک جگہ اکھٹے
ہو کر آپس میں تعارف حاصل کریں - تو اس میں کون سا نقصان متصور ہے
میرا تو یہ خیال ہے کہ کئی مشکلیں حل ہو سکتی ہیں - مثلاً لباس کہ جو رسالے اور اخباروں
میں کم و بیش زیر بحث ہے اس کی تبدیلی کے لیے اس سے بہتر موقع ہو ہی نہیں سکتا
کیونکہ ہر شہر میں نئی وضع مستعمل ہے - اسی طرح زیور کا مسئلہ کہ جس کے لیے بہنیں
لمبے چوڑے مضامین تحریر کرتی ہیں -

لکھنے سے وہ اثر نہیں ہو سکتا جیسے دیکھنے سے بھلائی، برائی، کمی بیشی
فوراً سمجھ میں آ سکتی ہے - اور پھر سب سے زیادہ تعلیم کا اثر محسوس معلوم ہوتا ہے -
یعنی جو بہنیں تعلیم یافتہ موجود ہوں - اُن میں چھان بین کرنے کا پورا موقع ہوتا ہے -
کہ آیا پڑھ لکھ کر ان میں کوئی لائق تقلید بات پیدا ہوئی یا نہیں - کہ جنہوں نے واقعی
ہر چیز پر غور کیا ہے اور لباس، اطوار اور طرز نشست و برخاست میں اصلاح
کی ہو اور کل چھوٹی بڑی باتیں جن پر زندگی کا سکھ منحصر ہے حاصل کی ہیں اور
پھر یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ تعلیم نے ان لوگوں کو خدا شناس بنایا یا آوارہ مزاج

بعض دقیانوسی حضرات تعلیم کی توہین میں آپے سے گزر جاتے ہیں - ان
کے اطمینان اور خیالات کی تردید کے لئے یہ نادر موقعے ہوتے ہیں -

میں تو اپنی ہندوستانی بہنوں سے مل کر بہت ہی خوشی ہوئی لیکن رنج ہوا
تو یہی کہ ان کے عاقلانہ خیالات کو وسیع کرنے کی کوئی معقول تدبیر اب تک پیدا نہیں

ہوئی ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ شدید پردے کے اوٹ میں ان کے دماغ
کند ہو رہے ہیں۔ ورنہ ہر بات میں وہ اپنا نظیر نہیں رکھتی ہیں۔ میں نے اس
دور دراز کے سفر کو بڑے شوق سے اختیار کیا تھا۔ اور واقعی ان لایق بہنوں سے
مل کر بہت ہی دل خوش ہوا۔ اور آپس میں بہناپا قائم ہوگیا۔ واقعی نمائش
بڑی ہی کامیابی سے ہوئی اولوالعزم بہنوں نے اسے ہر طرح امداد دے کر کامل
بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا بمبئی۔ بڑودہ، بلگام، کلکتہ، دہلی، لکھنؤ، آگرہ،
علی گڈھ۔ وغیرہ وغیرہ شہروں سے بہنوں اور ترقی دینے والوں نے سرگرمی سے
نمونے ارسال کئے تھے چند ریاستوں نے بھی اپنے اپنے یہاں کے سلیقے
کے موافق متفرق اشیاء روانہ کی تھیں۔ مگر لاہور سے ایک شے بھی موجود نہیں تھی
جس بات سے ہم لوگوں کو بہت افسوس ہوا۔ لاہور جیسا شہر کہ جہاں کتنی قسم کی
قابل تعریف دستکاریاں ہوتی ہیں۔ اس میں سے ایک نمونہ بھی نہیں تھا عجب
نہیں کہ جناب سید ممتاز علی صاحب نے جو مضمون تہذیب میں نمائش کے خلاف
بڑا زور دے کر لکھا تھا اسی کا اثر ہو چونکہ اس مضمون میں چیزوں کے کھو جانے
کا یقین دلایا گیا تھا۔ اور بھی بہت کچھ تحریر کر دیا تھا۔

جب قوم کے ایسے لایق بزرگ خاص طرح اپنے اخبار میں مخالفت کریں تو
غریب ناواقف بیویاں کس طرح جرأت کر سکتی ہیں۔ وہ کیا جان سکتی ہیں کہ نمائش
کا انتظام کس طریقے کا ہو سکتا ہے۔ اور ان فراہم شدہ چیزوں کی کس درجے

حفاظت ہوتی ہے اور ان اشیاء کے سنبھالنے والے مختصر تنخواہوں کے ادنیٰ
ملازم نہیں ہوتے ہیں۔ بلکہ اس کے بانی آنریبل اور آپ ان کے ساتھی بذات خاص
نمائش گاہ کو اتنے روز اپنا مسکن بنا لیتے ہیں۔ اور باری باری سے موجود رہتے
ہیں۔ یہ بھی کیا کوئی مسخرا پن ہے۔ کہ لوگوں کی اشیاء فراہم کرنا اور راستہ راہ للہ
دو دام کے اوکرو ان کو چھوڑ دینا اور جب چیزیں غائب ہو جائیں تو آپ نکو
بننا یہ طریقہ سہ یقون کا تو نہیں ان پہ دوبارہ کون بھروسا کر سکتا ہے۔ ممکن نہیں
علی گڑھ میں آپ موجود تھے مجھے معلوم ہے کہ ہر ادنیٰ اعلیٰ چیزوں کی پوری حفاظت
کی گئی۔ اور انتظام کرتے ہیں (نظام میوزیم) میں نمائش کا انتظام رہا اور شیشے اور
الماریوں میں چیزیں رکھی گئیں۔ تاکہ گرد اور میلے پن سے بچی رہیں۔ اور چار کالج
کے طالب علم ان چیزوں پر نگاہ رکھتے تھے اور جناب شیخ صاحب ان سب پر اور
اس نمائش کا انجام بہت ہی کامیابی سے ہوا اور جتنا مجھے علم ہے کوئی چیز
نہیں کھوئی گئی، اور عمدہ چیزوں پر انعام دیئے جائیں گے۔ سونے، چاندی،
برونز کے تمغے کیا یہ نقصان لاہور کو کم ہوا وہاں کی غریب خاتونیں گویا ایک انعامی
رقم سے اور امیرزادیاں اپنی قابل انعام چیزوں پر انعام ملنے سے محروم رہیں۔
چھوٹی یا بڑی چیز انعام کے طریقے پر بہت ہی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ اس بات
کے تو سب قائل ہیں۔

میں امید رکھتی ہوں کہ آئندہ کہیں بھی نمائش ہو اور خاص کر قومی نمائش

اس کی برائیاں جتا کر لوگوں کے دلوں میں پست ہمتی پیدا نہ کردیں گے۔

نمائش سے بہت بڑے اغراض پورے ہوتے ہیں۔ جدید اور پرانی دستکاریوں کو رواج دینا کہ جس کے امیر خواہشمند رہتے ہیں اور غریب قوت گزاری کے لئے محتاج ہوتے ہیں۔

علی گڈھ کی نمائش میں خاتون اسٹور کی چیزیں دیکھ کر مجھے نہایت خوشی ہوئی۔ چونکہ اس طرف کے اضلاع کی بہنوں کو دستکاریوں کا شوق رہتا ہے۔ اور اس طرف کی خاتونوں میں ہنروں کا اشتیاق بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے بہن سعید احمد بیگم صاحبہ کے ہم شکر گزار ہیں کہ انھوں نے ہمارے لئے اس مشکل کو حل کیا۔

زہریلی دواؤں سے بچنے کی ترکیب

کسی قسم کی زہریلی دواؤں کے حادثہ سے بچنے کی ترکیب یہ ہے کہ بجنے والے گھنگرو یا چھوٹی سی گھنٹی زہریلی دوا کی بوتل کے گلے میں باندھ دو تاکہ اندھیرے میں بھی گھنگرو کی آواز سے آگاہی ہو اور غلط دوا کا استعمال نہ ہو۔

شکار

بیگم صاحبہ جزیرہ نے اپنے ایک خط میں شکار کا حال لکھا ہے جو نہایت دلچسپ ہے اور جس میں وہ خود بھی شریک تھیں میں اس کو علیا حالہ بہنوں کی دلچسپی کے لئے شائع کرتی ہوں وہو ہذا۔

شکاریوں نے حضور انور نواب صاحب (جزیرہ) بالقابہ کی خدمت میں گذارش کی کہ کوہ کیسونی آجکل سانبھروں اور چیتلوں سے معمور ہے۔ اگر حضور دو تین روز کے لئے تشریف لے چلیں تو سیر کی سیر ہوا ور شکار بھی ہو جائے گا (حضور انور چونکہ شکار کھیلنے کے بڑے شوقین ہیں) اپنی ریاست میں اکثر اوقات جایا کرتے ہیں جس شان کے جنگلوں میں بہت قسم کے جانور شکار کے قابل ہیں۔ فوراً تیاری کر کے رفعیہ منزل (اس کوٹھی کا نام ہے جو کوہ کیسونی پر واقع ہے) پہونچے۔ ہوا کی لطافت کا بیان نہیں ہو سکتا۔ بہت ہی دل پسند اور مفرّح۔ طبیعت اپنے آپ کھلی جاتی ہے۔

پہلے روز شکارگاہ میں کچھ دکھائی ہی نہیں دیا۔ مایوس لوٹے۔ دوسری صبح پھر قسمت آزمائی کی اور حضور نے ایک جوان چیتل کا سنگاڑا مارا۔ اس سے ہانکے والے ذرا خوش ہوئے۔ چونکہ شکار نہ ملنے سے اُن کی صورتوں پر مایوسی چھا گئی تھی۔

بعدہٗ اسی شام کو جانوروں کی خبر آئی اور ہم نے دوبارہ جنگل کی راہ لی حضور کو سامنے
کسی قدر جانور آئی اور میرے مچان کو زد دیکھتے دو سانبھر بھاگ گئے جہاں میں بیٹھی تھی اس مچان کو اطراف
گھنی جھاڑی جھنکاریوں سے گھری ہوئی تھی اسلئے اپنے دل میں خیال کرنے لگی کہ اگر کوئی جانور
آ بھی جائے تو اس کچھ بیچ احاطے میں بمشکل دکھائی دے گا۔ میرے مچان پر
عبدالقادر شکاری اور معتمد خانہ زاد موجود تھے۔ اس اثنا میں پتوں کی کھڑکھڑاہٹ
سنائی دی اور میں نے اس طرف رخ کیا۔ تو ایک سانبھر نظر آیا اور بازو سے چلا
گیا۔ اس واسطے افسوس ہوا مگر یہ تو خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ خدائے تعالیٰ
نے اس بدقسمت میں کچھ اور ہی شکار لکھا تھا یہ ہنوز غائب ہی ہوا تھا کہ عبدالقادر نے
دبی آواز سے کہا حضور پانتھر پانتھر Panther میں اس طرف پھری۔ ذرا بھروسہ
تو درکنار لیکن خوشی کی انتہا نہ رہی جبکہ سچ مچ اپنے مقابل پانتھر کو دیکھا۔ جب سے
میں نے شکار کھیلنا شروع کیا ہے۔ تب سے جنگل میں ان خودمختار اور آزاد درندوں
کو دیکھنے اور مارنے کا اشتیاق تھا جو کبھی پیشتر نصیب نہیں ہوا تھا۔ یہ موذی سانبھر
کے شکار کی ہوس میں اس درجہ مشغول اور مفتون ہو رہا تھا کہ ہمارے موجود ہونے
کی اسے بالکل ہی خبر نہ تھی۔ گو کہ ہمارا مچان صرف چار پانچ ہی فیٹ بلند تھا۔ وہ سانبھر
کے عقب میں اسی طرف چلا اور نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اور میں کف افسوس
ملتی رہ گئی۔ لیکن کیا دیکھتی ہوں کہ تھوڑی دیر میں لوٹ کر آیا اور سیدھا ہماری طرف،
ہم بالکل بے حس و حرکت بیٹھے رہے۔ میرے بائیں طرف سے آ رہا تھا۔ جب

کوئی دس وار پر آیا۔ تب عبدالقادر نے کہا کہ اب وقت ہے حضور مار دیجئے میں پہلے ہی نشانہ تاکے منتظر تھی مگر اس کا منہ اور چھاتی سامنے ہونے کی وجہ سے مجھکو مناسب نہیں معلوم ہوا کہ ماروں۔ جب مچان سے کوئی پانچ وار پر آیا۔ تو قضا نے اسے پھر پلٹایا۔ اور برابر بازو کے سامنے آیا عجیب قدرت خدا ہے میں نہ گھبرائی نہ سٹپٹائی اور نہ اس نے ہم کو دیکھا ہی۔ خاطر جمعی سے بسم اللہ کہہ کر گولی لگائی۔ خدا کی عنایت شامل حال رہی اور شکار کی ہوس میں آپ ہی شکار ہو گیا ذرا سی جنبش بھی نہ کی جہاں تھا وہیں گر گیا۔ اور فوراً دم توڑ دیا۔ اطمینان کے لئے دو گولیاں اور لگائیں اوہ اس وقت کی خوشی کا کیونکر بیان کروں۔

حضور خبر سنتے ہی نہایت جلد بشاش و فرحاں آئے۔ مبارک سلامت کا شور ہو گیا۔ ہانکے والے حیرت میں غرق ہو گئے اور ہم اپنی کامیابی پر اتراتے ہوئے قیام گاہ پر آ گئے۔

چوٹ کا علاج

بعض وقت ایسی چوٹ لگتی ہے کہ زخم تو نہیں ہوتا ہے لیکن ضرب لگی ہوئی جگہ کی جلد سبز یا سیاہ ہو جانیکا خوف ہوتا ہے۔ تو چوٹ لگتے ہی فوراً نشاستہ یا آرارُوٹ کو پانی میں آمیز کر کے اسجگہ پر لگا دینا چاہیئے اس سے ضرب کا نشان بالکل نہ پڑیگا بشرطیکہ داغ پڑنے کے پیشتر لگایا جائے۔

ہرلیشور میں یادگارِ غم

کچھ دن گذرے ہم لوگ سیر کے لئے ہرلیشور گئے تھے۔ یہ گانوں لبستی کے لحاظ سے کچھ بڑا نہیں ہے۔ لیکن چونکہ یہاں بہت پرانا مندر ہے اس وجہ سے ہندوں کے واسطے نہایت متبرک تیرتھ گاہ ہے۔ برس میں دو وقت جاترا بھرتی ہے۔ ایک وقت بہت زیادہ اور ایک مرتبہ کم۔ لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اِس مندر کے اخراجات کے لئے فی الحال سرکار انگلشیہ سے بارہ سو روپیہ سالانہ ملتے ہیں اگرچہ یہ گاوں حبشانی سرکار کے علاقہ میں ہے۔ مگر گذشتہ معاہدوں کی وجہ سے سالانہ ابتک جاری ہے۔ مرحوم نواب صاحب سیدی ابراہیم خان نے اپنی بڑی بیگم کو یہ گاوں انعام دیا تھا۔ شریفہ بیگم ان بیگم صاحبہ کا اسم گرامی تھا۔ یہ بڑی سمجھدار ذی ہوش، کارپرداز، عاقلہ تھیں۔ صاحب اولاد نہ ہونے کی وجہ اور زمانہ کی کجرفتاری سے ان کا دل بہت ہی پژمردہ رہتا تھا۔ ان کے دل میں سمائی کہ قلعہ جزیرہ چھوڑ ہرلیشور بسائیں۔ اور اِس بات کو اچھی طرح دل میں ٹھان کر حضور سے اجازت طلب کر کے چند روز کے لئے پہلے اپنے گاوں پر تشریف لے گئیں۔ بعدہٗ قلعہ میں آتی جاتی رہیں۔ مگر انھوں نے آسائش گاہ اسی جگہ کو قرار دے دیا۔ اور رفتہ رفتہ ایک لخت وہیں مستقل قیام کر دیا۔ اور چونکہ وہاں ایک پرانا تالاب موجود

تھا۔ انھوں نے اس کے گرد احاطہ باندھ کر قرینے سے باغ بنایا۔ اور اس میں بہت سی قلمیں آم کی لگائیں اور بھی قسم قسم کے ثمر دار درخت لگائے۔ پھولوں کی کیاریوں کے درمیان روشیں ٹہلنے کے لیے بہت ہی موزوں تھیں۔ پرانی وضع کی کوٹھی بنوائی جس میں آپ رہائش رکھتی تھیں۔ لب تالاب ایک چھوٹی سی بنگلیہ موجود ہے اور تالاب کے درمیان چھوٹی سی نشست گاہ بنوانے کا خیال تھا جس کا کام ناتمام ہی رہا۔ داد و دہش میں حوصلے سے خرچ کرتی تھیں۔ مسافر خانہ خاص محتاجوں کے لئے قائم تھا دور دراز کے غریب و معذور جمع ہوتے تھے۔ اور ان کے لئے لنگر خانہ سے تقسیم ہوتا تھا۔ وہ آپ غریبوں کو کھانا تقسیم کراتی تھیں تاکہ ان لوگوں کے لئے بے پروائی سے کھانا نہ پکایا جائے۔ آجتک ان کی نیکیوں کو لوگ یاد کرتے ہیں ہمیشہ مہمانوں سے کاشانہ بھرا ہوا رہتا تھا۔ گجرات کا انھوں نے شوق سے سفر کیا۔ اور سورت کی کاریگری کے نمونے بہت کچھ اپنے ہمراہ لے آئی تھیں۔ اپنے کوٹھی کے نزدیک اپنے شوق سے تفریح کے لئے ایک باغ بنایا اور میل ڈیڑھ میل کے فاصلے پر آمدنی کے لیے باغ تیار کیا تھا۔ ان باغوں کو لہلہاتا ہوا چھوڑ گئیں۔

اخیر دو تین سال کسی قدر فائدہ ہوا۔ بہت ہی شان و شوکت سے رہتی تھیں۔ عمدہ وضع کا تخت بنوایا تھا جس کو زربفتی اور کارچوبی ساز و سامان سے مزین کیا تھا۔

ہر صبح نوبت بجتی آپ تخت نشین ہوتیں۔ اور متعلقین آداب بجالاتے۔ اپنے

حسرت مندول کو مختلف طریقوں سے بہلاتیں۔ اور سمجھاتیں تھیں۔ اور ایسی وضع اختیار کی تھی جیسی کہ ایک فلک کی ستائی ہوئی نیک بخت شریف مسلمان خاتون کو ہونا چاہیے۔ ان تمام یادگاروں کو دیکھ کر دل موثر ہوتا ہے۔ اور زمانہ کے انقلاب اور نیرنگیوں پر تاسف آتا ہے۔

دھبہ کا صاف کرنا

جب چائے یا کافی میز پوش پر گر جائے تو اسی وقت جوش دئے ہوئے پانی سے داغ دار حصہ کے دھو ڈالنے یا اس جگہ پر جوش کیا ہوا پانی اچھی طرح ڈالنے سے کسی قسم کا داغ یا نشان باقی نہیں رہتا۔ مگر اس بات کا لحاظ ضرور رکھنا چاہیئے۔ کہ چائے یا کافی پڑتے ہی فوراً یہ کام کرنا چاہیئے۔

برتنوں سے بو کا رفع کرنا

ماہی توے یا کڑاہی میں تلنے کے بعد مچھلی کی یا لہسن کی یا کسی ہی قسم کی باس آتی ہو اور اسے دور کرنا منظور ہو تو پہلے ایک یا دو منٹ چار کی پتیوں کے ساتھ جوش دے دو اور دیکھو کہ وہ چیزیں بالکل صاف ستھری ہو جائیں گی۔

خانگی و دیسی صنعت اور ملکی لباس

نواب بیگم صاحبہ جزیرہ نے چند باتیں خاص طور پر اپنی کل ہندوستانی بہنوں کے لیے اپنے خط میں تحریر کی ہیں جو نقل کرتی ہوں۔ فرماتی ہیں کہ

"یہاں یعنی استنبول میں خاتون سے ملنے جلنے اور احوال جاننے سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں ان لوگوں کو غلط قسم کی تربیت ہوتی ہے۔ بڑے افسوس اور رنج کی بات ہے کہ اپنی تمام مشرقی چیزوں کو ہیچ سمجھتی ہیں اور صرف یوروپین چیزوں کو قابل تقلید اور عمدہ سمجھنے کا خیال نہایت زور شور سے پھیلا ہوا ہے اور دوسری تاسف دہ بات یہ ہے کہ فیشن کی حد درجہ پابند ہو گئی ہیں۔ بعینہ یوروپین بیبیاں معلوم ہوتی ہیں، اس تقلید سے ان کی بھی وہ ہی حالت ہو رہی ہے جو یوروپین بیبیوں کی مثلاً ایک قسم کا کٹا ہوا چارشف اگر الاموڈ یعنی فیشن کے مطابق نہیں ہے تو کسی صورت سے نہ پہنے گی اور اگر کسی نے پہنا بھی تو اور بیبیاں ہنسیں گی کہ جس وجہ سے وہ جھیپ کر دوبارہ جرأت نہ کر سکے گی یہ صرف یوروپین استانیوں کا اثر ہے کتنی بری بات ہے کہ اپنی خاص وضع اور عمدہ چیزوں کو ترک کر کے ناموزوں، اور نیا طریقہ شرعی قانون کی طرح اختیار کر لیا ہے"

پھر تحریر کرتی ہیں کہ

جب ہم نے کئی خانموں کے روبرو اس خاص بات پر افسوس ظاہر کیا تو ایک

خانم کہتی ہیں کہ

"آج آپ لوگ ہماری خانموں کے روبرو تقریر کریں کیونکہ یہ بالکل نیا
خیال ہے۔ کہ یورپین Europeans ایشیا کے سوا اپنی چیزیں بھی
اچھی ہو سکتی ہیں۔ جائے غور کرنے کی ہے کہ ہمنیں اپنی چیزوں کو
کہاں تک بھول گئی ہیں۔ افسوس انھوں نے بھلا دیا۔ ہماری کیا مجال
جو آپ لوگوں کی جیسی قابل عالم بیبیوں کے روبرو تقریر کریں"

اور یہ بھی کہا کہ

"ہم تو آپ لوگوں سے عمدہ عمدہ باتیں سیکھنے کو آئے ہیں تاکہ ہندوستان
واپس ہو کر اپنی بہنوں سے بیان کریں اور ہم آپ کی تقلید کریں"

پوری یوروپین تعلیم و تربیت کا نتیجہ بچشم خود دیکھ کر ترکی بہنوں کے لیے حسرت ہوتی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ خیال آتا ہے کہ ہماری ہندی بہنیں خدا نہ کرے کہ کبھی بھی فیشن fashion کے ہاتھوں اس طرح بک جائیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسے پھیر میں گرفتار ہونے سے زندگی میں ناحق مصیبت پیدا کرنا اور دولت کی بربادی ہے اور کس درجہ فضول خرچی ہے۔

تمام یوروپ اسی بلا میں اسیر ہے۔ کئی دفعہ معزز لیڈیوں سے اس بات پر بحث ہوئی تھی وہ آپ قایل تھیں۔ کہ یہ بہت ہی واہیات بات ہے کہ ہمیشہ چند مہینوں بعد ہی ہماری فیشن بدل جاتے ہیں اور عمدہ بنی ہوئی، سی، سلائی ہوئی، چیزیں بیکار ہو جاتی ہیں

وہ آپ ان نامقبول رواجوں کو جو ایسے مضبوط اور جڑ پکڑے ہوئے ہیں توڑ نہیں سکتی ہیں۔

ایک نامی گرامی لیڈی نے یہاں تک مجھ سے کہا کہ اگر ہم انگریز عورتیں لباس اور فیشن میں اس طرح دولت برباد نہ کرتے تو ہم بہت مالدار ہوتے۔ ہندی بہنوں سے میری التجا ہے اور ان کی تکلیفیں اور بے فائدہ اصراف کے نتیجوں کو دیکھکر اور سن کر ان رواجوں سے احتراز کریں اور اپنے عمدہ لباس اور ہنرمندی اور دستکاری کو ہرگز ہیچ اور ناقابل نہ سمجھیں۔ بلکہ اپنی ہی چیزوں کو برت کر اپنے ملک میں صنعت اور دولت بڑھانے میں مدد دیں۔ جتنا میں یورپ میں پھری میں نے یہ تو خوب اچھی طرح دیکھ لیا کہ خاص طور پر اپنے خاندان کے بزرگوں کا ہم کو تہ دل سے ممنون ہونا چاہیئے جنھوں نے کیسی دوراندیشی سے سب باتوں کو سوچکر ہمارے اپنے ہی لباس میں زمانے کی ضروریات کو ملحوظ رکھکر ترمیم کر دی ہے اور ہرگز یورپین لباس نہیں پہنتے بلکہ اپنے لباس کو بہت ہی فخر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس کے بنانے اور تیار کرنے میں توجہ کرتے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے مختلف دستکاریوں سے مزین اور خوشنما بناتے ہیں کہ جنھیں دنیا کے ہر گوشے میں تعریف اور خوبی سے دیکھا جاتا ہے۔ دکانوں کی بنی ہوئی اشیاء کی نہ ویسی محبت ہوسکتی ہے نہ قدر۔ زنانہ سٹور لاہور سے کئی پارچے مختلف رنگ ڈھنگ کے میں نے منگوائے تھے وہ کیسے اچھے قماش کے مضبوط اور دیرپا ٹکڑے تھے اب اس اسٹور کو ترقی دینا چاہیئے۔ تاکہ ہر کوئی دور و نزدیک مستفید ہو سکے

زنانہ سٹور دہلی سے بھی بارہا مختلف کاری گری کے نمونے جو منگوائے ہیں۔ واقعی نفیس اور دلکش دستکاریاں بنتی ہیں اور جی چاہتا ہے کہ ہمیشہ ان چیزوں کا استعمال کریں۔ مگر جائے تاسف ہے کہ اس کے مالکوں کو وہ اگلی سی پرواہ نہ رہی اور جواب دینے اور کام بنوا کر بھیجنے میں اس قدر دیر کرتے ہیں کہ جی بیزار ہو جاتا ہے۔ نہایت افسوس ہے اگر شریف زادیاں ایسے قابل کام شروع کرنے کا مادہ رکھتی ہیں۔ تو بنانا بھی تو سیکھ لیں۔ کہ طرفین کو آرام ہو ایسے ایسے اسٹورز ہر بڑے شہر میں جاری ہوں جہاں شریف زادیاں اپنے ہاتھوں سے طرح طرح کی دستکاریاں طیار کر کے عوام کو دیکھنے اور برتنے کا موقع دیویں۔ جو محتاج اور غریب حالت میں ہیں انھیں فائدہ ہو اور ہنروں میں اپنے آپ ترقی ہوتی رہے گی۔ ہاں یہ تو میں کہونگی کہ الگ الگ لباسوں میں جو کچھ خام یا کسر ہو زمانے کی ضروریات کے مطابق مٹا کر درست کرنا فرض ہیں مگر اپنے خاص گروہ اور [illegible] کو بالکل چھوڑ کر اوروں کی تقلید کرنا یہ کم مغزی کا ثبوت ہے۔

تفریح گاہ

آپ نے پوچھا ہے کہ گرمیوں میں ہم لوگ کہاں جائیں گے بمبئی سے ۲ و ۳ گھنٹے کی راہ پر کیھم یالی قصبہ ہے۔ جہاں لبِ دریا، وسیع باغ کے درمیان ہمارا غریب خانہ ہے۔ یہاں پہلی مئی سے ہم لوگ گرمی گذارنے کو آتے ہیں۔ متواتر ٹھنڈی ہوا چلتی ہے۔ بہت ہی صاف شفاف کنارہ ہے۔ مغربی حصے سے سمندر کی روانی، جوش طغیانی اور کبھی اس کا بڑھنا اور کبھی گھٹنا لطف خیز ہے چمکیلا ریتی کا میلوں میل کنارہ ہے۔ جس پر صبح و شام پیدل پھرنے کے لیے ہم جاتے ہیں۔ اس طرف کسی کا گذر نہیں خاصی پردہ دار جگہ ہے۔ اسی جگہ کا نام کیھم یالی ہے کوئی اکیس برس پیشتر میرے والد نے یہ عشرت گاہ اور باغ بڑے شوق سے خریدا تھا۔ ناریل کے دو ہزار درخت اس میں موجود ہیں۔ اور شمشاد کے بیسیوں بلند بالا درختوں کا سایہ اتنے حصوں پر پڑتا ہے۔ مشرقی طرف پھاٹک ہے۔ کوٹھی تک روش سے دو رویہ شمشاد کے پرانے درخت حصار باندھے ہوئے عظمت و شان پیدا کرتے ہیں۔ کاش آپ اور ہم مل کر کسی وقت اس جگہ کا حظ اٹھا سکیں۔ تو میں اپنی خوش قسمتی سمجھتی ہوں۔ آیا یہ ممکن ہے۔ میں نے ایک ٹوٹا پھوٹا شعر کیھم یالی کی تعریف میں کہا ہے ؎

لب دریا ہے خوش مفرح دل کیھم یالی

کہ ایں جاست بسر عیش و نشاط و فارغ البالی

پہلے تو اس جگہ کو کوئی جانتا تک نہ تھا۔ اب تو کئی رشتہ داروں نے یہاں کوٹھیاں بنوالی ہیں۔ اور گرمیوں میں اس لطف خیز جگہ آکر خوب ہوا کھاتے ہیں۔ شاید یہ لکھ دینا مناسب ہو کہ یالی ترکی زبان میں اس مقام کو کہتے ہیں جو لب دریا واقع ہوتا ہے اسی واسطے والد مرحوم نے اس کوٹھی کا نام کھیم یالی رکھا ہے۔

رومال کے نیا کرنے کی ترکیب

تھوڑا سا صابون اور ٹھنڈا پانی لو اور معمولی طریقہ سے اس میں رومال کو دھوؤ۔ کھنگالنے کے بعد کانچ کے دریچہ پر دھلے ہوئے رومال کو اچھی طرح چوڑا کرکے پھیلا دو تو مضبوطی سے شیشہ پر چپک جائیگا۔ اسے یوں ہی رہنے دو جب تک کہ خشک ہو جائے۔ اس کے بعد صفائی سے نکال لو تو تم دیکھوگے کہ بالکل جھریاں ٹوٹ گئی ہیں۔ اور سیدھا صفائی دار نئے جیسا معلوم ہوتا ہے۔ شیشہ کے دریچے تو ہر گھر میں ہوتے ہیں۔ اس لئے بہت آسانی سے یہ ترکیب عمل میں آسکتی ہے لیکن اتنا خیال رہے کہ دریچہ بے گرد و غبار ہو ورنہ محنت رائیگاں ہو جائیگی۔

چھوٹی مینا

تمام عالم کے اطراف سے کوئن ویل ہلمینا Welhemina.
کو ان کی چھوٹی سی لڑکی کی پیدائش پر مبارکبادیاں دی گئیں ہیں اور ڈچ
قوم مارے خوشی کے تقریباً آپے سے باہر ہو گئی۔ ہر چیز جو کہ چھوٹی شہزادی
جولیانا Juliana سے تعلق رکھتی ہے اس کی آیندہ ہونیوالی ممکن
رعایا کے لئے پُرلطف اور مقدم مسئلہ ہے اس گذشتہ زمانہ کی یاد عجیب معلوم
ہوتی ہے جب کوئن ولہلمینا آپ ایک چھوٹی سی لڑکی بغیر باپ کے دنیا میں
رہ گئی تھی۔ اور اس کو ایک قوم پر حکمرانی کرنی پڑی جس کی ایک دلچسپ
تاریخ ہمارے ذہن نشین ہے۔

ولہلمینا لڑکپن میں شاہانہ طرز وادے بھری ہوئی تھی اور اس کا دماغ
شاہی غرور سے بھرا ہوا تھا اس کی ماں کوین ایما Emma. کو بہت
کچھ دقتیں اپنی بچی کی اس خصلت کی وجہ پیش آئیں۔ ایک وقت ولہمینا نے اپنی
والدہ کے بوڈیر Boudoir کے دروازے پر دستک دی
کوئین ایما۔ کون ہے۔
جواب نہایت رعب سے دیا کہ ولہلمینا نیدرلینڈ کی کوئین ہے۔

کوئن ایما - میں کوئن سے ملنے کے لئے طیار نہیں ہوں ۔

باوجود انتہائی نسبت لاڈ پیار کے خورد سال بچہ Naughty Nessy

کو واپس کردیا تاکہ چند منٹ بعد آئے اور ٹھیک طریقہ سے اپنے آنیکی خبر دے ۔

کوئن ایما نے ٹھہر کر دوبارہ پوچھا، کون ہے؟

لڑکی کا جواب - آپ کی چھوٹی مینا ۔

والدہ نے ایک دم دروازہ کھولا اور اپنی شرمندہ اور سمجھدار بیٹی کو پیار کیا ۔ اور یہ الفاظ کہے کہ کوئن سے ملنے کے لئے ہمیشہ فرصت یا آزادی نہیں ہے لیکن میری بیٹی چھوٹی مینا Minna سے ملنے کے لئے ہر وقت تیار ہوں ۔

اس طرح کوئن ایما نے اپنی لڑکی کی نخوت کو لڑکپن میں ہی توڑا تاکہ آیندہ بیجا مغرور اور خود سر نہ بن جائے ۔

اگر ہر ماں اپنے بچوں کو اسی طرح ٹوکتی رہے ۔ مگر اس معقولیت سے تو سینکڑوں بُرے خصائل سے بچے محفوظ رہیں اور فخرِ خاندان ہوں ۔ بچوں کا نشو ونما والدین کے ذمہ ہے اور وہ ہی اُن کی تعلیم و تربیت کے ذمہ دار ہیں اور ان کے نیک چلن یا بدچلن ہونے کی کنجی ان ہی کے ہاتھوں میں ہے یہ کہہ کر والدین اپنے بچوں کی ذمہ داری سے بری نہیں ہوسکتے کہ ہم نے جتنی کہ ممکن تھی اتنی کوشش کی کہ ہمارا کہنا مانتا ہی نہیں تو ہم کیا کریں ۔

عورتوں کی ابتدائی خانگی زندگی کے

متعلق

چند نصیحتیں

لڑکیوں کا بیاہ ہمیشہ ایسی عمر میں ہونا چاہیئے جب وہ اپنے فرائض کو خوبی سمجھ سکیں۔ اور اتنی لیاقت اور مادہ پیدا ہوگیا ہو جو ایک سچی خدمتگذار بیوی کہلائی جائے اور اپنے سسرال والوں کو اپنا بزرگ سمجھے اور گھر بار کی نگرانی اور دیکھ بھال کرنے میں ایک مطیع معاون بن جائے۔ ان تمام باتوں کی شادی سے پہلے میکے میں تعلیم ہونی چاہیئے۔ اور بے شک اس تربیت کے ذمہ دار والدین ہوتے ہیں لیکن باپ اپنی معاش پیدا کرنے کے لئے دن بھر باہر رہتا ہے۔ اس کی ماں کا فرض ہے کہ وہ آپ امور خانہ داری اور اطاعت و فرمانبرداری شیریں زبانی راست گوئی، نیک کرداری اور تمام باتوں کی اصلاح ہر دم کرتی رہے بلکہ وہ آپ خود ایسی مثال پیش کرے کہ جس سے بچے اپنے آپ اپنے بزرگوں کو بزرگ سمجھے سے کج خلقی نہ کرے امور خانہ داری میں ماں کو لازم ہے کہ لڑکی کو اپنے ساتھ ساتھ رکھ کر کام کروائے۔ اور تربیت دیوے کہ تاکہ لڑکپن سے یہ بات لڑکی کے ذہن میں سما جائے کہ آج میں میکے میں ہوں تو ماں سب باتوں کی ہدایت کرتی ہے۔ کل یہ اگر بیاہ ہو گیا

تو وہاں کون رہنمائی کرے گا۔ کوئی نہیں۔ اس کے سسرال میں محبوب اور عزیز ہونے کا یہی طریقہ ہے۔ ہر چھوٹی بڑی بات ماں کو تعلیم دینا چاہیئے اس میں سہل انکاری بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ اور یہ خیال خام اپنے دل میں کبھی بھولے سے بھی نہ لانا چاہیئے کہ سر پر پڑے گی تو آپ عقل آئے گی۔ میں اپنے دیدے میں اپنا مغز کہاں کھپاؤں جن ماؤں نے ان باتوں میں بے پروائی کی ہے اُن کو آخر بھگتنا پڑا ہے۔ پھر اپنی قسمت کو دو ہتڑ مار کے چیخنے چلانے اور کوسنے سے کچھ نہیں ہوا۔ ان سب سے محفوظ رہنے کا ذریعہ یہی ہے کہ علاج واقعہ پیش از وقوع باید کرد۔ جب تک لڑکی اپنے بس میں ہے تب تک سب کچھ ہو سکتا ہے بیاہ بعد بری باتیں لڑکی کی سن کر ہدایت کرنے کی کوشش کرنا اور افسوس میں از سرتاپا غرق ہونا اور ندامت کے آنسو بہانا اس مثال کے مطابق ہے۔ مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد۔

ان تمام باتوں سے بچنے بچانے کا سچا اور اچھا وصف تربیت کے ساتھ تعلیم بھی فرض علی الفرض ہے۔ تاکہ علم کی روشنی سے نصیحت پذیر ہونے کا مادہ پیدا ہو جائے اور اچھے برے میں فرق کر سکے۔

بعض ماؤں کا یہ قاعدہ ہے کہ بچوں کے ساتھ بے جا اور برباد کن طور سے لاڈ پیار کرتی ہیں۔ بطور مثال صرف بچے کی زحمت کے خیال سے مامتا کے پیارے آنکھوں کے تارے تو ٹھہر کے کروں اپنے آپ ہی فلاں کام کر لوں اور

بس۔ بچے کے سامنے ماں آپ اٹھ کے جو بچے کو کام کرنا چاہیے تھا وہ آپ کرلیتی ہے۔ اسی روش سے بچے اور بھی شہ پا جاتے ہیں اور جو جی میں آتا ہے وہ کرتے ہیں۔ حکم کی اہمیت کو چٹکی میں اڑاتے ہیں اور خاصے نافرمانی کا پتلا بنجاتے ہیں۔ بچوں کے ساتھ کسی وقت اور کسی وضع سے بے ڈھب رعایت نہیں کرنا چاہیئے ورنہ اپنے آپ پشیمان ہونا پڑتا ہے۔

لڑکی جب تک میکے میں ہے ایک ڈھب سے مطلق العنان اور آزاد ہوتی ہے۔ اپنی خواہش کا اظہار اپنی ماں یا اپنے بزرگوں سے کرکے حسب دلخواہ اشیا اپنے تصرف میں لاتی ہے۔ بلکہ بیسیوں چیزیں اس کے بزرگ بغیر مانگے ڈھیر کر دیتے ہیں۔ لیکن جب وہ سسرال کی دہلیز پر قدم رکھتی ہے۔ تو وہاں کی آب وہوا اجنبیت سے مملو ہوتی ہے۔ وہاں نہ ویسے دعوے سے وہ منہ کھول سکتی ہے نہ اپنی حاجتوں کا بیان کرسکتی ہے۔ لحاظ، شرم، حجاب سب ہی اُمنڈ آتا ہے اور اکثر اوقات غیبی امداد کی امیدوار رہتی ہے۔ سالانہ کپڑا تو شاید غریب سے غریب گھر میں دیا جاتا ہے اور معین ہوتا ہے تاکہ روزمرہ ضرورت سے کے اور ننگی کھلی نہ رہے مگر چھوٹی چھوٹی خاص ضروریات کی غیر محدود چیزیں کہ جن کے سوا زندگی تلخ ہوجاتی ہے۔ تنگ آکر شوہر سے کہتی ہیں تو وہ لا دینے سے مجبور ہوکر انکار کرتا ہے۔ اور یہ بیچاری اپنا سا منہ لے کر رہ جاتی ہے اور حد درجہ زحمت اُٹھاتی ہے۔ کھانا اور کپڑا مل گیا تو انہیں دنیا مل گئی۔ اس واسطے ان تمام مشکلوں کے

دور کرنے کا سب سے بہتر اور سہل ذریعہ یہ ہے کہ ہر شخص کو بیاہ بعد اپنی بیوی کے جیب خرچ کے واسطے ماہانہ مقرر کرنا چاہئے کہ جس میں سے اپنی حاجتوں کو بغیر سوال کے ہنسی خوشی وہ پوری کرتی رہے۔ چاہے ۸ روپیہ ہوں چاہے روپیہ ہو، چاہے پانچ روپیہ ہوں اپنی اپنی توفیق پر منحصر ہے۔ اتنا کرنے سے بیوی کا دل بڑھتا ہے۔ جو سائیں گھر کا اختیار رکھتی ہیں ان کو تو حسب ضرورت ضروری جیب خرچ مقرر کر دینا چاہیئے۔ جب وہ اس روپیہ کی وہ آپ مالک ہوتی ہے۔ تو کئی کام اس کے نکل آتے ہیں۔ اور آپس کی شکر رنجی کا خاتمہ ہو جاتا ہے تنگدستی ہزار ہا بُرے خیالات کی بنیاد ہے۔ اس بات کی عاقل سے عاقل مرد بھی ہماری قوم میں بہت کم خیال کرتے ہیں۔ اور ناحق بلا مول لیتے ہیں۔ ان کا یہ خیال ہے کہ رہنے کو گھر ملا، کھانے کو اناج ملا۔ پہننے کو کپڑا ملا۔ پھر عورت کو کیا چاہیئے اس کو اتنے پر اکتفا کرنا ضرور ہے کاش دنیا میں اتنی ہی حاجتیں ہوتیں تو مخلوق آسانی سے بسر اوقات کرتی۔ جو روپیہ جیب خرچ کے لئے اپنی بیوی کو دیا جائے۔ اس کو چاہئے تو عورت جمع کرے یا اپنی ضرورتوں میں خرچ کرے۔ یا کسی کو دیدیوے شوہر کو اس کے متعلق بے جا پوچھ گچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یا اس کے تلاش میں نہ رہے جس سے عورت کی جان عذاب میں پڑ جائے۔ تاکہ سہولت رہے۔ چشم دید واقعوں کی وجہ سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ عورتیں بارہا شوہر کی چوری چھپے سے گھر کے برتن فروخت کر ڈالتی ہیں یا اپنے زیور کو گرو رکھواتی ہیں۔ وہ بھی ماماؤں کے ذریعہ تاکہ بھید

روپیہ ہاتھ آجائے۔ تو اپنی ضروریات کو پورا کریں۔

تنگدستی میں سب کچھ انسان کر گذرتا ہے اور اسکی بنیاد مردوں کی بے خیالی ہے۔ کسی وقت ان کے کان پر بھنک پڑجاتی ہے کہ بی بی گھر کے برتن اور زیور فروخت کر رہی ہے تو مارے غصّے کے سُرخ ہو جاتے ہیں اور نہ آؤ دیکھتے ہیں نہ تاؤ، لٹھ مارنے سے کام بی بی کی ہڈیاں تک چور کر ڈالتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہاں ناشدنی تو میرا گھر تباہ کر رہی ہے۔ دوبارہ تیرے ہتکھنڈوں سے تجھے اپنے میکے کو پہنچا دونگا۔ یا دوسری بڑی وگلی ہے۔ سو وہی کہ جس میں شریف عورت کی موت ہو جاتی ہے۔ اور کم ظرف کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں۔ اس طرح سینکڑوں بوچھار پڑتی ہے مگر بھولے سے بھی اس ناعاقبت اندیش شوہر کو خیال نہیں آتا۔ کہ یہ میرے ہی کانٹے بوئے ہیں۔ عورت کے جسم کو چکنا چور کیوں کروں بلکہ کچھ مدافعہ کروں۔

بچوّں کی عملی تعلیم

لڑکپن سے ہی بچوں کو خواہ لڑکا ہو یا لڑکی امیر ہو یا غریب کفایت شعاری اور خوش اسلوبی سے زندگی گذارنے کا طریقہ بتایا جائے تاکہ بڑے پنے میں فضول خرچ نہ ہوں۔ بچہ ۹، ۱۰ برس کے سن کو پہونچا کہ اسکو ہفتہ وار دو آنے یا ماہانہ آٹھ آنے دے کر اس کے خرچ کرنے کا طریقہ ماں کو بتانا چاہئے اس سے زیادہ دینا بھی اچھا نہیں اور یہ بھی سخت تاکید رہنی چاہیے کہ ایک دمڑی بھی ماں کی رضامندی بغیر نہ خرچیں۔ ایک چھوٹی سی خوبصورت تھیلی ان پیسوں کو رکھنے کے لئے ماں بنا دے تاکہ یہ بچہ خوشی سے اپنی آمدنی کو جمع کرے۔ اگر ہفتہ وار دیا جاتا ہے تو دو پیسے کی خیرات کرے۔ اور سب سے بہتر تو یہ ہو کہ جمعہ کے دن کسی غریب کو ماں کی اجازت سے دیوے تاکہ غریبوں کی حاجت روائی کی عادت رہے اور جو چھ پیسے رہتے ہیں۔ اُس میں سے سلیٹ کی پنسل کا ذمہ بچے پر ڈالنا چاہئے تاکہ وہ اپنے پیسے سے خریدے ہوئے قلم کو اس بے دریغی سے نہیں برتے گا۔ جیسے ماں کے دئے ہوئے قلم کو بے پروائی سے توڑ پھوڑ کر ٹکڑے کر ڈالے گا۔ اور یہ قدرتی بات ہے کہ اپنے پیسے سے لی ہوئی چیز زیادہ قدر سے کام میں لائی جاتی ہے خواہ وہ کیسی ہی چھوٹی چیز کیوں نہ ہو۔ ۱۰ برس سے گزرنے کے بعد

ہفتہ وار یا ماہوار مقرر کرکے اور بھی ذمہ داری کو اُس پر ڈالنا چاہیئے، پہلے دو پیسے کی جگہ ایک آنہ خیرات کرے اور تین آنے میں سب قسم کے قلم، کاغذ، کاپی وغیرہ چھوٹی چھوٹی چیزیں وہ آپ خرید لیوے بساطی تو ہر گھر میں آتا رہتا ہے۔ ماں کی اجازت سے جو چاہے لے اور اس عمر میں تھوڑا حساب بچہ جاننے لگتا ہے تو اپنے پیسوں کا حساب پائی پائی کا ایک چھوٹی سی کتاب میں لکھتا جائے کہ جسکی پوری ترکیب ماں یا باپ بتائے اور جب لڑکپن ہی سے اپنی آمدنی کا حساب رکھنا یاد ہوگا تو بڑا ہو کر نہایت شائستگی سے حساب رکھے گا۔ اور یہ عادت اُسکے نصیب میں ہو جائے گی کہ آمد سے خرچ زیادہ نہیں کرتا۔ بلکہ کچھ بچا رکھتا ہے۔ کیونکہ بے اندازہ کام کرنے سے ہر وقت ندامت حاصل ہوتی ہے۔ اور اندازے میں کام کرنے سے اپنا دل خوش ہوتا ہے۔ اور لوگوں میں سرخروئی ہوتی ہے۔ بچوں کے ہاتھ میں زیادہ پیسا دینے سے آوارگی مزاج میں پیدا ہوتی ہے۔ اور وہی بربادی کی بنیاد ہے۔ ہاں تھوڑا سا پیسہ دے کر اور ذمہ داری ڈالکر ماں کی نگرانی میں خرچ کرنے کی عادت رہے تو اس کا اثر اچھا ہوتا ہے۔ ورنہ اللہ اللہ خیر صلاح۔

غرض جیوں جیوں بچے بڑے ہوں تھوڑا تھوڑا اور شفقت بڑھا کر زیادہ ذمہ دار بنایا جائے اور حساب دمڑی دمڑی کا لکھا جائے۔ اور ماں کو ملاحظہ کراتے رہیں ماں کا برتاؤ بچوں سے ایسا ہونا چاہیئے کہ بلا ہچکچاہٹ ہر بات بچے آکر اس سے کہیں۔

نہ کہ ماں کا ایسا رعب ہو کہ بچوں کا مقدور نہ ہو یا ہمت نہ پڑے کہ اس کے پاس چلکر آپ بیتی بیان کریں۔ ماں کو ایسا مزاج رکھنا چاہیئے کہ جس میں رعب اور رحم اور محبت کی ملاوٹ ہو تاکہ موقع موقع پر رنگ صورت برتاؤ کرے۔ لیکن بے جا لاڈ پیار جیسی بری چیزاس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ اس سے قطعی احتراز کرنا لازمی ہے بہت وقت دیکھا گیا ہے کہ ماں اپنی تندمزاجی سے یا افکار کے ہجوم سے بچوں کو اپنے سے ویسا مانوس نہیں ہونے دیتی جیسا کہ اس کا فرض ہے۔ اس حالت میں بچے اپنا درد یا چھوٹا سا دکھ یا خوشی کس سے بیان کریں۔ کوئی ان کا ویسا دلی ہمراز یا نیک صلاح دینے والا نہیں جو سچی مدد کرے اور نیک راستہ بتائے۔ اس حالت میں جو ان کی ننھی سی عقلیں کام دیتی ہیں یا رہنمائی کرتی ہیں ویسا عمل کرتے ہیں جس کا نتیجہ اکثر اوقات بہت ہی برا ہوتا ہے۔

ٹوٹے برتن کا جوڑنا

شہد میں عمدہ قلعی کا چونا جو پان میں کھاتے ہیں اتنی مقدار آمیز کیجائے کہ گھٹ کر ربڑی ہو جائے۔ بعد ٹوٹے ہوئے ٹکڑوں پر صفائی سے یہ ربڑی لگا کر ان کو ڈوری سے خوب باندھ کر جو ربڑی باہر لگی ہوئی ہو اسکو صاف کر ڈالا جائے اور کئی روز اسے یوں ہی کسی جگہ رکھ دیا جائے تو بتاسی طرح مضبوط جڑ جائے گا۔

کانفرنس بمبئی میں پردہ نشین مستورات

۲۳ رجنوری کے تہذیب نسواں میں ف۔ہ بیگم صاحبہ نے اس کانفرنس کے متعلق جو بمبئی میں منعقد ہوئی تھی۔ پردہ نشین بہنوں کے شریک جلسہ ہونے پر کچھ نرالے ڈھنگ کا مضمون لکھا ہے جس کے پڑھنے سے مجھے رنج پہنچا۔ اور یقین کرتی ہوں کہ بہتیری بہنیں۔ جو اس وقت موجود تھیں ان سب کے دلوں پر ان ناحق اعتراضوں کے پڑھنے سے صدمہ پہنچا ہوگا۔ ایسی بے پایہ بات پر چھیڑ نکالنا لاحاصل ہے۔ افسوس ہے کہ اب تک ہماری بہن شدید پردے کے قید خانے سے سیر نہ ہوئیں۔ اور ایک ناموزوں بات کو پکڑ کر جگ ہنسائی کا خوف کھا رہی ہیں۔ کاش ایسی بے جا ہمدردی نہ جتلاتیں۔ بے شک وہ بمبئی کی تہذیب یافتہ خاتونوں سے محض ناواقف اور نابلد ہوں گی۔ ورنہ اس طرح کبھی نہ لکھ مارتیں۔ ان بہنوں کا انگریزی اور اردو علم کس حد تک ہے۔ یہ مجھ کو ضرورت نہیں کہ اس کی تشریح کردوں۔ مگر یہ لکھنے بغیر میں نہیں رہ سکتی۔ کہ شریف زادیاں کانفرنس کا تماشا دیکھنے کے واسطے بغیر سمجھے بوجھے تشریف نہیں لائی تھیں بلکہ ان کا مقصد بہت ہی اعلیٰ اور پر معنی تھا اردو اور انگریزی تقریریں سننے سے ان کو کتنا حظ ملا۔ اس کا اندازہ رنگین عبارت میں لکھنا نہیں چاہتی۔ مگر یہ یقین جانئے۔ کہ ان میں ایسی ایسی جہاں دیدہ یورپ اور ہندوستان

سے مختلف حصوں میں سیر و سیاحت کی ہوئی اُلوالعزم اور بہی خواہ معزز بہنیں موجود تھیں کہ جن کی شائستگی تمام قوم کے لئے افتخار کا باعث ہے اور جن سے برسوں پیشتر تعلیم نسواں میں سرگرمی دکھائی گئی ہے۔ اُن میں سے ایک بہن کی کوشش بلیغ اور جاں فشانی سے بڑودہ میں مسلمان لڑکیوں کے لئے مدرسہ بہت ہی اچھے پائے پر قائم ہوا ہے۔ لڑکیوں کو اپنی والدہ کے دامن شفقت سے پہلے پہل تھوڑی دیر جُدا کرنا ایسی مہم تھی کہ توبہ ہی بھلی۔ خاص لڑکیوں کو مدرسہ میں پہنچانے کے لئے ماما مقرر کر دی گئی۔ اور ہر طرح بچیوں کے دل بہلانے کے اسباب مہیا کر دئے گئے۔ تاہم ماؤں کی جھوٹی محبت لڑکیوں کو مدرسے جا کر علم حاصل کرنے میں حائل ہوئی تھی لیکن ہماری نیک بہن صبر اور تحمل سے گھنٹوں اپنا قیمتی وقت منانے اور سمجھانے اور طریقہ بتلانے میں صرف کرتی رہیں۔ اور اس عرصہ میں بہتیری لڑکیاں علم کے زیور سے آراستہ ہو گئیں۔ اور اب بھی ہو رہی ہیں۔ ایسی بہنیں کانفرنس کے جلسے میں صرف تماشا بینی کے غرض گھنٹے گزارتی ہیں۔ یہ شاید ف۔ و بیگم صاحبہ کے ہی خیال ہمارے میں آسکتا ہے۔ کانفرنس میں پردہ نشینوں کے واسطے ایک احاطہ پچھلی طرف کھینچا گیا تھا۔ اور اس قدر بہنوں کا ہجوم تھا کہ تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ آپس میں بالکل ٹھنس کر چوکیوں پر چڑھ چڑھ کر بیٹھ رہتی تھیں۔ سات سات گھنٹوں تک کارروائی ذوق شوق سے سنتی اور دیکھتی تھیں۔ جگہ کی تنگی کے سبب اکثر بہنیں گھڑی کی گھڑی کھڑی رہتی تھیں دونوں وقت ملے جب اپنے اپنے گھروں کو لوٹ آتی تھیں۔ لیکن پھر بھی ان کا اشتیاق

سننے کا ان کو معین وقت پر کانفرنس میں سے دیا جاتا تھا۔ ف۔ وہ بیگم صاحبہ کو بہنوں کے چندے میں اعانت نہ کرنے سے بھی شاید صدمہ پہنچا ہے۔ واقعی کیوں نہ ہو؟ پردہ نشینوں کے واسطے وہی ایک موقع تھا جو اعانت کرتیں؟ اس وقت کی شاید دو ڈھائی جگہ جلسہ ای سے باز رکھتی۔ ف۔ وہ بیگم صاحبہ آپ نے کانفرنس ہونے کے پیشتر ہی اپنی رائے اخباری بہنوں کی خدمت میں ارسال فرمائی ہوتی۔ تو آپ کو یہ رنج نہ ہوتا۔

آپ فرماتی ہیں کہ

"انہی باتوں سے تو ہمیں مرد ناقص العقل کہتے ہیں"

بس بہن اس فقرہ نے ہمیں پھڑکا دیا۔ موجودہ بہنوں سے شاید ہی کسی نے اپنی نسبت کسی مرد کی زبانی ناقص العقل کا فقرہ سنا ہوگا۔ افسوس کا مقام ہے جبکہ تعلیم نسواں کا اس درجہ چرچا پھیل رہا ہے۔ اس وقت ایک بہن کو سوائے اپنی بہنوں کی مذمت کرنے کے اور کوئی مضمون نہ سوجھا۔ کانفرنس کا احوال میں نے بھی چاہا تھا کہ لکھ دوں۔ لیکن عدم فرصتی مانع آئی۔

سفرنامۂ بڑودہ

شہر بڑودہ جو گجرات میں ہے، اور وہاں کے رئیس ہندو ہیں۔ تھوڑا عرصہ ہوا میں اس جگہ میں اپنی چچازاد بہن کے ہاں مہمان گئی تھی۔ بہت مدت ہوئی ایک مرتبہ پیشتر بھی میرا جانا وہاں ہوا تھا۔ یہ شہر کسی ایسے موقع پر واقع نہیں جس میں زیادہ بیان کرنے سے حظ آسکے۔ سری مہاراج ایک ذی ہوش سب اچھی چیزوں کے پسند کرنے والے متوسط عمر کے آدمی ہیں۔ ان کی خواہش سے بہتیرے اس زمانے کے ایجاد زندگی کو راحت دینے والے اس شہر میں ہیں۔ میں اپنی بہن کے ہمراہ راج محل حضور مہارانی صاحبہ کی ملاقات کے لئے گئی تھی۔ وہ یورپ اور ہندوستان کے مختلف حصوں میں سیر و سیاحت کئے ہوئی ہیں۔ زبان انگریزی میں دخل رکھتی ہیں۔ بڑی ذہین اور خوش صورت ہیں۔ نئی وضع کی بیش قیمت اشیا سے تمام محل سجایا ہوا ہے۔ لیکن پنا دیسی طریقہ کسی طرح ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے۔ اور مناسب پردہ قائم ہے۔ آدھ گھنٹہ ان سے ملاقات رہی۔ خوب اچھی طرح گفتگو کی اور واپس چلی آئی۔ سرکاری باغ بہت صاف ستھرا روشیں ہموار اور اکثر سایہ دار۔ پرانے املی کے درخت اور بانس کی نازنین چھڑیاں جن کی کچھ سوکھی کچھ ہری ہری پتیاں ہوا کے جھونکوں سے لہراتی ہوئی بھلی معلوم ہوتی تھیں۔ ہری گھاس کی سطح ان میں مختلف رنگوں کے پودوں سے کیاریاں مختلف

ڈول کی بنائی ہوئی جن میں موسمی پھول کثرت سے لگائے ہوئے۔ بہت ہی اچھے دکھائی دیتے تھے۔

جھولتا پل کیفیت کی چیز ہے۔ طرح طرح کے پرندے اور چرندے اور درندے دنیا کے جدا جدا حصوں سے لاکر جمع کئے ہیں۔ پیدل سیر کے لئے عمدہ جا ہے جمعہ کی شام کو ایک دو گھنٹے کسی مرد کو باغ میں جانے کی اجازت نہیں۔ بالکل ممانعت اس وقت پردہ نشین مستورات کو سیر کرنے کا اچھا موقع ملتا ہے۔ اس باغ میں عجائب خانہ بھی موجود ہے۔ اس شہر کی حیثیت کو غور کرتے اچھا مجموعہ ہے۔ بعض عمدہ اشیا ہیں۔ اب تک نادر اشیا جمع کر رہے ہیں۔ ہنوز ناتمام ہے۔ بیانڈ[۵۱] استانڈ خوبی سے بنایا ہوا ہے۔ ہفتے میں دو مرتبہ اس باغ میں بیانڈ بجتا ہے۔ لوگ کثرت سے جمع ہوتے ہیں۔ سبز خانہ (فرنری) اس قدر خنک اور اچھا معلوم ہوتا تھا کہ جی چاہتا تھا سیر کیا ہی کریں۔ گرمیوں میں بڑا ہی لطف آتا ہوگا۔

اسی باغ میں میں نے بار دیکھا کہ ایک ٹوٹی پھوٹی سی لیانڈو[۵۲] دو گھوڑی جتی ہوئی۔ جس میں کوئی مالک تو نظر نہیں آتا۔ صرف کوچبان اور دو تین اور اشخاص کوچ بکس پر بیٹھے ہوئے بے تحاشا ہانکے چلے جاتے تھے۔ واللہ اعلم وہ اپنا جی بہلانے کی خاطر سیر کو آئے تھے یا اس گاڑی کی نمائش کی غرض تھی۔ چاہتی ہوں کہ اس لیانڈو کا تھوڑا سا ذکر چھیڑوں۔ دراصل شاید اسے بہت سے روپے خرچ کرکے خریدا ہوگا۔ مگر

[۵۱] انگریزی باجا بجانے کی جگہ۔ ۱۲ [۵۲] فٹن گاڑی۔ ۱۲

اب تو بے طرح استعمال میں سے لے کر اس کی دھجیاں اُڑ گئیں کیچڑ اور گرد سے
میں لت پت اور ایک دروازہ صفا چٹ۔ کوچبان وہاں سے نہایت بیہودوں کی وضع
اور لباس بے ڈھب اور ذلیل لوگوں کا سا تھا۔ گھوڑے بھی بے ڈھب ہوتے۔
نہ آؤ دیکھتے نہ تاؤ۔ پوپہ دوڑا رہے تھے۔ باغ میں چاہے کسی حصے پر ہو۔ اس گاڑی
کے داخل ہوتے ہی فوراً معلوم ہو جاتا تھا کہ تباہ شدہ گاڑی کا شور ہے۔ ہر پہیہ
اس کا جدا ہونے کے قریب تھا۔ مجھ کو حیرت تو یہ تھی کہ اس حالت میں بھی وہ
کس طرح چلنے کے قابل سمجھی جاتی ہے۔ آخر کار میں نے تجویز کی کہ اب دانش تیز
و شوقین مالک کون ہے کہ جسے مرمت کرانے کا خیال ہی نہیں گزرتا۔ بلکہ اس کو
نابود کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میرے سینے سے آہ نکلی جب میں نے جانا کہ
اس کے مالک ہمارے کلمے کے شریک رتبہ شخص ہیں۔ اور وہ آپ اسے استعمال
کرتے ہیں۔ (بریں عقل و دانش بباید گریست)

مشہور میاں مولا بخش کے لڑکے میاں مرتضیٰ خاں جو اپنے والد کی طرح علم موسیقی
میں اپنے سرے کے ہشیار گنے جاتے ہیں۔ اور گائیکواڑی میں ملازم ہیں۔ ان کو
بین بجاتے اور ساتھ ہی گاتے سنا۔ حقیقت میں اس فن کے پورے ہیں۔ نہایت
درجہ کمال رکھتے ہیں۔ جی خوش ہو گیا۔

ایک روز ریاستی جواہرات اور ہتھیار دیکھنے پرانے محل نذر باغ میں گئے۔ چونکہ
ان قیمتی اشیا کو [illegible] وہیں رکھتے ہیں یہ عمارت کھنڈے راؤ مہاراج کے عہد میں

بنی ہوئی عالیشان اور نہایت مضبوط ہے اس کے متعلق فی الحال ایک حصہ
اور بھی بڑھا دیا ہے۔ اس میں سنگ مرمر سے زیادہ کام لیا ہے۔ ایک کمرہ کہ جس
میں بیسیوں کارکن اپنے اپنے کام میں مصروف بیٹھے ہوئے کوئی دفتر دیکھ رہا تھا۔
کوئی موتیوں کا اندازہ لگا رہا تھا۔ کوئی پرو رہا تھا۔ غرض ہر ایک اپنے ذمے کا کام کر رہا تھا
اور یہ سب اس لئے ہو رہا تھا کہ سری مہاراج کے بڑے صاحبزادے فتح سنگھ راؤ کے
بیاہ کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اور آٹھ دس روز میں یہ موقع آنے والا تھا۔ اس
کمرے سے ہوتے ہوئے ایک حصے پر آئے۔ جہاں ایسے میز رکھے ہوئے تھے
کہ جن کے ڈھکنے شیشے کے بنے ہوئے تھے۔ ان میں جہاں تک جہاں تک کمیاب
موتیوں اور بیش قیمت جواہرات کا نظارہ کیا۔ آنکھیں روشن ہو گئیں۔ وہ مشہور و معروف
سات لڑیاں موتیوں کی جن کا رنگ ڈھنگ ضرب المثل ہے۔ اور اکثر لوگ
جانتے ہیں دیکھے۔ کہتے ہیں کھنڈے راؤ مہاراج نے یہ کنٹھی کوئی دس لاکھ روپیہ
میں خریدی تھی۔ اور اس زمانے میں جوہری چھپتر لاکھ روپیہ آنکتے ہیں۔ نہایت
افسوس کہ ان موتیوں میں کسی قسم کا عارضہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور اگر جلد اس کا تدارک
نہ کیا جائے گا تو آہستہ آہستہ برباد ہو جائیں گے اس کا پورا پورا علاج ہو سکتا ہے۔
مگر اب تک سری مہاراج نے خیال نہیں فرمایا ہے۔ پرانی کان کے سفید بے جرم
بہت بڑے سنگ کے الماس کے تین لڑ کا ہار۔ وہ بھی اپنی ذات میں اوّل
درجہ رکھتا ہے۔ قیمت کوئی پینتیس لاکھ روپیہ۔ اور بھی عمدہ عمدہ زیور دیکھے۔ سری مہاراج

اور حضور مہارانی صاحبہ کے۔ لیکن دونوں کا تو ذکر کئے بغیر نہ رہ سکی۔ کھنڈے راؤ مہاراج
جو دین اسلام کی نسبت حسنِ عقیدت رکھتے تھے۔ اُن کے شوق اور جوش نے
حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کے لئے باریک سچے موتیوں کی چادر
بنوائی تھی۔ کہ جن میں پھول اور پتے تمیز کر سکیں۔ اس لئے رنگین پوتھ سے دول دیا
ہوا۔ اور موقع موقع کندن کئے ہوئے پھول ٹکے ہوئے۔ چادر اچھی وزنی ہے۔
اور اس کے اُٹھانے میں ٹوٹ جانے کا خوف ہے۔ اس لئے ایک مختصر سا نمونہ
بعینہٖ بنا کر رکھا ہے۔ وہی سب کو دکھلاتے ہیں۔ اور چار جڑاؤ کلس بھی موجود ہیں۔
نہایت عمدہ۔ پُر سلیقہ۔ اور قیمتی اشیاء۔ حیف کہ مہاراج مرحوم کی حسرت دل ہی دل
میں رہی۔ اس لئے خزانے میں دھری ہوئی ہیں۔ تمام محل میں پھرتے ہوئے
ہتھیار خانے میں پہنچے۔ پرانے وقتوں کی جوہر دار تلواریں۔ اور طپنچے اور پیش قبض۔
ڈھالیں۔ اور تیر کمان اور نیزے اور بندوقیں۔ اور زرہ بکتر اور خود وغیرہ لڑائی کا سب
ہی سامان نظر پڑا۔ بہت ہی غور اور حظ سے دیکھا۔ اور ملہار راؤ مہاراج کا زنانخانہ حویلی
کی صورت میں ہے۔ اور اس محل (زنانہ باغ) سے ایک گذرگاہ کے ذریعے جا سکتے
ہیں۔ وہاں بھی ہم گئے اور خوب ہی پھرے۔ مخفی راستے گذرگاہیں اور صحن اور دالان
اور دربار کا کمرہ دیکھا۔ جس میں سری مہاراج کی گدی رکھی ہوئی۔ سب پرانے ٹھاٹھ
کا نقشہ۔ اور ایک کمرہ کہ جس میں ایک سونے کا بت چاندی کے کٹہرے کے درمیان
نصب تھا۔ اور اس کے اردگرد مطابق رواج کے طرح طرح کی اشیاء اس کے سنگدل

کو خوش کرنے کے لئے موجود تھیں۔ پھولوں کے ہار۔ نذر نذرانے۔ میوے۔ مٹھائی
قرینے سے رکھے ہوئے۔ پوجاریوں کی چاندی ہی چاندی۔ روز کہتے ہیں ایک برہمن
سری مہاراج کی طرف سے بت پرستی کر جاتا ہے۔ اس حویلی کو راجواڑا کہتے ہیں۔ اس
اس میں فتح سنگھ راؤ کا لگن ہونے والا تھا۔ شہر میں چوطرف مہمانوں کے لئے انتظام
ہو رہا تھا۔ سب طرح کے کھیل اور تماشے اور دل بہلانے کے اسباب مہیا ہو رہے
تھے۔ اہلکاروں اور افسروں کا وقت بڑے گڑبڑ میں گذر رہا تھا۔ اور نزدیک کے رشتہ دار
سری مہاراج اور حضور رانی صاحبہ اور دولہا اور راج کنوروں کو اور معتبر اراکین ریاست
کو اپنے اپنے مقدور موجب آٹھ دس روز پیشتر بیاہ کی ضیافتیں دیتے رہے۔ اکثر
بڑے حشم سے ہاتھیوں پر سری مہاراج اور ان کے ساتھی ضیافت میں جاتے
تھے۔ دلہن صرف تیرہ برس کی لڑکی ہے۔ فلٹن (جگہ کا نام) کے چیف کی بھتیجی پہلی
فروری کو دلہن اور اس کے میکے والے کوئی چار سو آدمی بڑودے میں داخل ہوئے۔
اور ان کا قیام نذر باغ میں رہا۔ سمدھیوں کے استقبال کے لئے سری مہاراج اور
ان کے اور بہتیرے عہدہ دار اسٹیشن پر بروقت ٹھہرے رہے اور پیشوائی کرتے
ہوئے ان کے مقام پر پہنچا دیا۔

چوتھی تاریخ کو عقد (بھونری پھرنا) مقرر تھا۔ اس عرصے میں بیسیوں رسمیں ادا
ہوتی رہیں۔ بار بار دلہن کے لئے بیش بہا لباس اور زیورات مختلف گھنٹوں میں
راج محل سے جاتے رہے۔ اور مندر اور شوالوں میں بت پرستی کا نہایت شور و زور

سے بازار گرم تھا۔ اس طرح بسم اللہ شروع ہوئی۔ اور وہ روزِ سعید آخر آن پہنچا۔ اور ہم بھی مدعو تھے۔ اس لئے بروقت گاڑیوں میں سوار ہو کر نیائے مندیر (عدالت گھر) کے ایک کمرے میں ٹھیرے۔ جہاں سے سواری کا ٹھاٹھ پورا پورا نظر آیا۔ اول لشکر سوار اور پیدل باجا بجاتے ہوئے گذرے۔ بعد چاندی کا رتھ اور سونے چاندی کی توپیں۔ بعد دولہا ایک مرصّع اور رنگے ہوئے ہاتھی پر سونے کی عماری میں اپنی بہن اندرا راجہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے دُلہن بیاہنے جا رہے تھے۔ سری مہاراجہ صاحب پیدل اور اُن کے ہمراہ مہمانوں اور رئیس اور اہلکاروں اور ملازموں کا دریا بہ رہا تھا۔ نہایت دلچسپ نظارہ تھا۔ بڑی دیر سے سواری کے ختم ہوتے ہی ہم گاڑیوں میں سوار ہوئے اور عین وقت پر راج واڑے پہنچے۔ اس تنگ جگہ میں مستورات کا اس قدر ہجوم تھا کہ دم گھٹا جاتا تھا۔ باوجودیکہ جاڑے کا موسم تھا۔ مگر بھولے سے یہی خیال گذرتا تھا کہ عین گرمیوں کی فصل ہے۔ عقد کی رسمیں بخوبی دکھائی دیں۔ حضور مہارانی صاحبہ کالی ساڑھی میں تھیں۔ اور الماس کے زیوروں میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ خدا نے بڑی جلوہ دار بنائی ہے۔ پان اور چھالیا اور ناریل سے اکرام کیا۔ اور قشقہ سے ہر مہمان کو سرفراز کیا۔ عقد بعد دُلہن کو ہم نے بالکل ہی قریب سے دیکھا۔ سادے لباس میں اور سادی وضع میں گھبرائی ہوئی بھلی معلوم ہوتی تھیں۔ ہندوی طریقے موجب نکاح کے روز کسی طرح سے سنواری نہیں۔ صرف ہلدی میں سر سے پیر تک زرد ہو رہی تھیں۔ اس حالت میں ہم تمیز نہ کر سکے۔ کہ درحقیقت اُس بیچاری کا کیا رنگ ڈھنگ

ہے۔ کوئی شب کے دس بجے اپنے اپنے مقام پر آ گئے۔

پانچویں کو شب کے تو کے شمار میں آتش بازی چھوٹی متفرق صورت میں۔ بعد چراغاں دیکھتے ہوئے نیا ئے مندر پہنچے۔ کوئی بارہ ساڑھے بارہ بجے ہمارے سامنے سے برات گذری۔ سبھی ٹھاٹھ اگلے روز کی سواری کا سا تھا۔ صرف فتح سنگھ راؤ کے قریب عماری میں دلہن کی افزائش تھی۔ اور چند ہاتھی زیادہ تھے شان سے برات گئی۔ اور ہم اچھی طرح دیکھ سکے۔

ایک روز ساٹھ ماری کے لئے مقرر تھا۔ اور ہم معیّن وقت پر اس کوٹھی میں پہنچے جہاں سے سب نظر آتا ہے۔ ایک بڑا احاطہ مستحکم دیوار سے گھیر لیا ہے۔ اور اس میں آدمی کو جا بجا پناہ لینے کے لئے مختصر راستے بھی رکھے ہیں۔ لیکن دو طرف بہت بڑی داخلی جس میں سے ہاتھی بخوبی آسکے۔ موٹے موٹے لٹھوں سے اس راستے کو بند کر دے سکتے تھے۔ ہم اس کوٹھی کے بالا خانے پر چقوں کی تیلیوں سے تماشا دیکھتے تھے۔ بہتیرے امیدواروں نے طرح طرح کے شعبدے کئے۔ ہاتھ کی چالاکیاں بتلائیں۔ پہلوانوں نے کشتی لڑ لڑ کے اپنے زور کا نمونہ دکھلایا۔ بعد جانوروں کی مڈبھیڑ کا وقت آن پہنچا۔ پاڑوں کی ٹکر۔ اُف! دیکھا نہیں جاتا تھا۔ لہولہان ہو گئے۔ وقت سے چھوڑائے گئے۔ اور گینڈوں کی صاحب سلامت بس جی میں کچھ ہو گیا۔ بعد ہاتھیوں کا دور آیا۔ پچھلے دو پیروں میں موٹی موٹی زنجیریں پڑی ہوئی۔ اور کثرت سے آدمی بھالے لئے ہوئے ٹھیا کھڑے ہوئے تھے تاکہ ہاتھی

کے حملے سے بچ سکیں۔ نہایت ہشیاری اور چالاکی سے دونوں ہاتھیوں کی زنجیریں کھول دیں۔ مگر پورے مست نہ ہونے کے سبب ایک دوسرے سے منہ موڑ کے جدا جدا پر بھاگ چلے۔ لیکن احاطہ بند ہونے کے باعث کسی طرح باہر نہ جا سکے۔ اُن کو جوش میں لانے کی آدمیوں نے بہتیری کوششیں کیں۔ بھالے کھبو نک بھونک کر اور آوازے کس کس کر۔ اور ایک قسم سے آگ فوارے کی طرح زور و شور سے برسا کر جس کی بعض چنگاریاں اُن کے جسم کو چھو تی تھیں۔ مگر ان دونوں میں سے کسی پر اثر نہ ہوا اور آخر کار اُن۔ کے پیروں میں بدستور زنجیریں ڈال کر واپس لے گئے۔ ہاتھیوں کی ٹکر ناتمام رہی۔ مگر ایک اور ہاتھی لے آئے جو بڑا انتہا مست تھا۔ اور اس کے پیروں سے زنجیریں دور نہ کیں وہ تو آتے ہی ہر آدمی پر دوڑتا رہا۔ اور مارے غصے کے سونڈ گھوماتا تھا لیکن زنجیر سے اس قدر پھرتی سے جھپٹ مار نہ سکتا تھا۔ اس کے مقابل ایک ٹل چلا بہادر سوار آیا۔ جو گھوڑے پر جھپٹ کر بیٹھا تھا کس طرح دھوکا دیتا ہوا اس بدمست ہاتھی کے قریب سے نکل بھاگتا تھا۔ اور ہاتھی کا مارے غصے کے سونڈ کو بے طرح ہلانا۔ اور سوار کے عقب میں دوڑنا شاید کیفیت تھی۔ برسوں سے میں اس سانٹا ماری کا ذکر سنا کرتی تھی۔ جو آخر دیکھنا نصیب ہوا جب تک انسان ناواقف ہے دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ پوری طرح دیکھ لینے بعد دوبارہ یہ بیرحم کھیل کا شوق مشکل سے باقی رہ سکتا ہے کس قدر ظلم ہے بے زبان جانوروں پر۔

۸ فروری کو نیا ئے مندیر میں زنانہ جلسہ کوئی پانچ چھ سو مستورات کا ہوا تھا۔

بہت ہی کشادہ کمرہ۔ اس قدر مجمع سے ذرہ گھبراہٹ نہیں ہوتی تھی۔ اخیر حصے پر زمین تھوڑی اونچی کر کے لال کپڑا جڑا ہوا جس پر چاندی کا کوچ رکھا ہوا تھا اس پر وسط میں حضور مہارانی صاحبہ۔ اور اُن کے دائیں طرف دُلہن۔ اور بائیں طرف اندر راجہ۔ بعد دوروپیہ قطار میں ہندوہی ٹھاٹھ دل چسپی سے خالی نہیں۔ آٹھ اسکول کی لڑکیاں چیدہ اس موقع پر اپنا اپنا جوہر دکھلانے والی تھیں سب نے اپنے اپنے شعور اور تعلیم موجب ٹھیک کام کیا۔ اور اس کے عوض حضور مہارانی صاحبہ نے عمدہ انعامات تقسیم کئے اخیر حضور مہارانی صاحبہ نے اچھی تقریر ہندی میں کی جس کا مطلب اکثر یہی تھا کہ ضرورت نہیں کہ ہم اپنے لباس اور وضع کو بالکل تبدیل کر ڈالیں۔ اور انگریزی طریقہ پکڑ بیٹھیں۔ جراب اور انگریزی جوتے پہنیں۔ اپنا دیسی طور سب ہی چھوڑ دیں یہ ٹھیک نہیں۔ اُن کا اشارہ ہندو مستورات کی طرف تھا۔

بعد کہ جلسہ ختم ہوا۔ اور سب محفوظ واپس آئے۔ ان تمام ہنگاموں کے ختم ہونے کے بعد بہت جلد اپنا اُن سے وداع ہو کر ان کی مہمانداری سے سرشار بمبئی واپس آئی۔ اور اپنے عزیزوں کو صحت و سلامتی میں پا کر بارگاہ ایزدی میں شکریہ ادا کیا۔

ہماری سیر

۲۳۔ جولائی کو بیگم صاحبہ ممدوحہ کی ہمراہی میں پونا گئے۔ بمبئی سے ۲ بجے میل ٹرین میں سوار ہوئے۔ بارش کے دنوں میں اس طرف کا سفر خوشنما ہوتا ہے۔ تازی تازی اُگی ہوئی ہری ہری گھاس سے پہاڑیاں اور ٹیکریاں مخملی ہو رہی تھیں۔ اُن کے درمیان چھوٹے بڑے سینکڑوں چشمے نالے اور جھرنے بہے چلے جاتے تھے کبھی پہاڑ کے دامن میں چو طرف سے پانی مِل جُل کر پیچیدہ سانپ کے مانند ندی بن کر بہتا، اور کسی طرف غائب ہو جاتا۔ ٹرین اس سُرعت سے چلی جاتی تھی، کہ قدرت کا تماشہ دیکھا نہ دیکھا اور آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ گھاٹ سے ہوا میں خنکی پیدا ہوئی، اور ہم کو یقین ہوا، کہ پونا بہ نسبت بمبئی کے ٹھنڈا ہو گا۔ وادیوں میں دھان کے کھیت پانی سے لبریز سرسبز اور شاداب آنکھوں کو بھلے معلوم ہوتے تھے۔ اس طرح نظارہ کرتے ہوئے تقریباً مغرب کو مکان پر پہنچے۔ پہلے سے تمام موسم کے لئے اسی مکان کو کرایہ پر لیا تھا۔ اچھا آرام کا سجا سجایا ہوا خاطر خواہ بنگلہ پایا۔ سڑکیں پختہ صاف گھوڑے سواری، یا پیدل سیر کے لئے موزوں۔ اکثر شام کو یا بعضے دن سویرے گاڑی میں ۳، ۴ میل بستی سے باہر ہم چلے جاتے، اور حیا شست بہن آفتابی ہاتھ میں لئے ۲، ۳ میل پیدل

بخوبی سیر کرتے تھے کبھی کبھی پانی کی بوچھار یا بوندیاں پڑتی تب اس سے ہم
دُونا لطف پیدا ہوتا۔ پیدل سیر کے لئے احمد نگر کا راستہ ہم زیادہ پسند کرتے تھے۔
حضور مہارانی صاحبہ بڑودہ بھی اسی طرح دُور تک گاڑی میں جاتی تھیں بعدہ چار
میل پیدل سیر کرتی تھیں کسی کسی وقت اُن سے ملاقات ہو جایا کرتی تھی۔

بند گارڈن اچھا باغ ہے۔ خوبصورت سطح پر سطح بنا کے گلاب اور گیندے کے
پھول اور دوسرے بھی طرح طرح کے پھول اور فرنیچر سے آراستہ کیا ہے اس باغ
سے لگی ہوئی ندی بہتی ہے جس میں سر جمشید جی نے بند باندھا ہے تاکہ اسی پر
سے پانی لڑھک کر بہے حقیقت میں بہت ہی اچھا خیال ہے۔ پانی کی ایسی بڑی
چادر رات دن بہی چلی جاتی ہے اس باغ کے کسی گوشے سے اچھی طرح سب
کچھ نظر آتا ہے۔ ہفتے میں ایک مرتبہ اس باغ میں نہایت عمدہ باجا بجتا ہے۔
گاڑیوں اور آدمیوں سے باغ بالکل بھر جاتا ہے مختلف لباس اور وضع دیکھنے
کا اچھا موقع ہوتا ہے۔ ایک روز خاص انتظام کر کے یروڈہ کا جیل خانہ ہم نے
دیکھا۔ قیدیوں کے لئے کسی قدر آرام دہ انتظام کیا گیا ہے۔ ان قیدیوں کی
زندگی پورے شغل میں گذرتی ہے۔ بید کی عمدہ عمدہ چیزیں بناتے ہیں ساڑیاں
تولئے وغیرہ بہت قسم کا کپڑا بُنتے ہیں۔ قالین ایسے صفائی دار اور قیمتی بناتے
ہیں، کہ دیکھ کے جی خوش ہو گیا۔ وہاں طرح طرح کے نمونے موجود ہیں۔ ان
میں سے جس قسم کا قالین پسند ہو بنوا لو۔ دریاں بھی سب قسم کی بنتے ہیں اس

قید خانے کا احاطہ بہت بڑا ہے۔ پورے دو گھنٹے ہم سیر کرتے رہے۔ اُس روز
سولہ سو چار قیدی اس قید خانے میں تھے۔ یہ سب دیکھ کر ہم بہت ہی خوش ہوئے
قدیم زمانے میں قیدیوں پر کس درجہ ظلم ہوتا تھا۔ اب تو ایسے انتظام سے رکھتے ہیں
کہ جہاں تک ہو سکے، کم تکلیف پہنچے۔

کھڑک واسلے پونا سے کوئی دس بارہ میل ہے پکّی سڑک بنی ہوئی ہے۔ اس
لئے گاڑی بخوبی جا سکتی ہے۔ ہم کو شوق ہوا، اور ایک دن صبح کو وہاں جانے کے
لئے نکلے۔ راستے میں ہیرا باغ (جو پیشواؤں کا عیش محل تھا، اور اب ہندوؤں کا
کلب گھر ہے) دیکھتے ہوئے آگے بڑھے۔ اس محل میں کوئی خاص تعریفی بات
باقی نہیں ہے، سوائے ایک کمرے کی چھت کے جس کی نقش کاری قابل دید
ہے۔ مہتابی سے پاربتی کا مندر جو ایک پہاڑی پر واقع ہے، اچھا نظر آتا ہے،
اور چوطرفہ نظارہ نگاہ دوڑانے کے لائق ہے۔ اس جگہ کو دیکھ کے ہم دوبارہ گاڑی
میں سوار ہوئے، اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھاتے سبزے نالے جھرنے دیکھتے ہوئے
وہاں پہنچے۔ اس راستے کو دورویہ اکثر حصوں میں گنّے کے ایکھ تھے کسی وقت
اِکّا دُکّا فرد و یا محنتی شخص سڑک سے گذرتا ہوا، یا کھیت کی درستی کرتا ہوا دکھائی
دے جاتا تھا۔ کھڑک واسلے کا بند اگلے وقتوں کا بہت ہی عمدہ اور پختہ بنا ہوا ہے۔
تقریباً ڈیڑھ دو میل اس سرے سے اُس سرے تک ہے۔ اس بند پر راستہ بنا
ہوا ہے، جس پر خاصی طرح اُس سرے تک جا سکتے ہیں۔ ندی کو روکنے سے

اس میں پانی کا زور رہتا ہے۔ پل سے گذرتے وقت بڑی کیفیت آتی ہے۔
سہانا نظارہ اور خنک ہوا کی سنک، دل اور دماغ کو تازگی پہنچاتی ہے۔ اس پل
کے گیارہ در دیکھے ہیں۔ ہم کو دو در کھول کر ندی کا غضب ناک بہاؤ دکھایا۔ پل سے
سب اچھی طرح نظر آتا ہے۔ کس تیزی اور تندی سے پانی کی چادر بہ کر داوی ہیں
چوطرف اپنا راستہ بزور نکال کے چلی جاتی ہے۔ پانی کا بہاؤ اور اس کی آواز
ایسی دل پسند ہوتی ہے، کہ انسان اس سے کبھی نہیں تھکتا، اور عجب طرح کی
محزونی دل پر چھا جاتی ہے، لیکن ہٹنے کو دل نہیں ہوتا۔ اس طرح پانی کو خارج
کرنے اور روکنے کے تمام سانچے اور علاقے پرانے انجنیروں کے بنائے ہوئے
ہیں، اور حال کے انجنیروں کی سہل اور کارآمد تدبیریں دیکھیں۔

ہم نے ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں بیٹھ کے ہمارے پاس جو ناشتہ تھا وہ
کھا لیا، اور ذرا سستا کے واپس چلے آئے۔ تین چار گھنٹے بڑے مزے کے
گذرے۔ کاؤنسل حال میں لارڈ لامنگٹن اور لیڈی صاحبہ تشریف لے جانے
والے تھے، اس لئے مس لارنس نے ہمارے لئے پردے کا کامل انتظام کیا
تھا۔ جہاں سے بخوبی تمام مجلس کو ہم دیکھ سکتے تھے۔ بعض بیبیوں اور مردوں نے
وچھا گایا، اور بجایا، خاص کر لیڈی جہانگیر کی وضع عجیب تھی۔ بعضے اوقات ہم
سویرے ناشتہ ساتھ لے کر ڈوزنگ گاڑی میں جاتے، اور بستی سے باہر دو چار
میل پیدل چل کے کسی اچھے سے مقام پر دری بچھا کے ہم ناشتے سے لطف اٹھاتے

کو شکم سیر کھاتے، صبح کا سہانا وقت اور سہانی چپ چپاتی جگہ، اور برسات کا موسم ایسی دیہاتی جگہ میں بڑا ہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔

پاربتی کا مندر بھی دیکھا۔ ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ اس پر جانے کے لئے سیڑھیاں ۔۔۔ بڑے بڑے زینے بنائے ہوئے ہیں کہتے ہیں کہ پیشوائی زمانے میں اس زینے سے ہاتھیوں پر سوار ہو کے دیول تک پہنچتے تھے۔ ہم تو رُکتے تھمتے شوق سے پیدل چڑھے۔ ہم میں سے کسی کسی نے کرسی کی مدد تھوڑی دیر کے لئے لی۔ جن پجاریوں کا دم چڑھائی سے پھول جاتا تھا۔ پاربتی سونے کی دیوی گڑھی ہوئی ہے، مگر چھوٹی سی تیس ہزار کی پتلی کس قدر مان اور عزت سے ایک برہمن نے ہاتھ میں اُٹھا کے ذرا سی روشنی میں لا کے دُور سے ہم کو دکھائی، تاکہ اُس کے متبرک بت میں فرق نہ آجائے۔ پوجاری اور بھجن گانے والے دُور کے اس دیوی سے فاصلے پر بیٹھے تھے۔ اسے دیکھ بھال کے قلعے کی فصیل پر چڑھے، جہاں سے اچھے منظر دکھائی دیتے ہیں، خاص کر پونے کا بہت بڑا حصہ نظر آتا ہے۔ آفتاب کی تپش نے واپسی کے وقت جی ہلکان کر دیا۔

مس عباس بیگ نے لیڈی لامنگٹن صاحبہ کی عزت میں بڑی پردہ پارٹی مانک پارک میں دی۔ بڑی خوبی اس مکان کی تھی، جو پونا کے بہترین مکانات سے گنا جاتا ہے۔ ایسا بڑا مجمع اس میں فراغت سے سما گیا تھا۔ اکثر عماید پونا اور معزز خواتین جو اس موسم میں وہاں تشریف رکھتی تھیں، مثلاً معزز حضور مہارانی صاحبہ

بڑودہ اور اُن کی صاحب زادی اور بیگم صاحبہ جزیرہ اور آغا خان کے خاندان کی چند بیگمیں، اور دوسری بھی بہت سی نامی گرامی مختلف قوم کی شریف زادیاں شامل پارٹی ہوئیں۔ میز انواع واقسام کے فواکہ لطیف سے چنی ہوئی تھیں۔ سب کی پیاری پیاری سے مس عباس بیگ اس ہنر کے قرینے سجا کے ڈیکوریشن سے خاطر کرتی تھیں۔ لباس اور زیورات سے تمام کمرہ جگمگا رہا ہوا تھا۔ لیڈی صاحبہ بڑی ملنسار ہیں سب سے ربط پیدا کرنا اور الفت بڑھانا یہ عمدہ خاصیت اُن میں ہے۔ بعض پارسی اور انگریز بیبیوں نے پیانو کے ساتھ اچھا گایا۔ ایک مسلمان لڑکی نے بھی اس مجلس میں بڑی جرأت سے ایک نظم گائی، اور لوگوں نے اس کی آواز کو پسند کیا۔ اچھی خوش اور دل پسند شام گذری۔ مس عباس بیگ کا احسان مان کر سب اپنے اپنے قیام گاہ پر لوٹ آئے۔ اس سال کے پونا کے موسم کی یادگار میں اس پارٹی کا مزہ ہمیشہ ذہن نشین رہے گا۔ مس سہراب جی اور اُن کی لڑکیاں جو تقریباً چھ ہیں، اور ہر ایک عالم لائق شریف اور نیک کاموں میں اپنی زندگیوں کو صرف کر رہی ہیں، یعنی دوسروں کی بہبودی ترتیب اخلاق اور آئین کی درستی کے لئے کس قدر زحمت اُٹھاتی ہیں، دیکھ کے ہم حیران رہ گئے۔ مس سہراب جی اور مس سوزی ساتھ رہتی ہیں۔ اِن کے تین سکول ہیں۔ ایک روز مقرر کر کے ہم اُن کے اسکول دیکھنے کے لئے گئے۔ ایک اسکول میں بالکل چھوٹی ہندو لڑکیاں اور چھوٹے مسلمان لڑکے اور لڑکیاں تربیت پا رہے ہیں۔ ہر چھوٹی بڑی بات

بڑے غور اور فکر سے تعلیم دی جاتی ہے۔ زنانہ مس سوزی ہی دیکھ بھال کرتی ہیں۔ بذاتِ خاص کما ینبغی دیدہ ریزی کرتی ہیں، اور غریب کندہ ناتراش بچے قطرہ قطرہ اس طور سے ایک ایک بات ذہن میں لیتے ہیں۔ ہندو بچے فی الجملہ خاطر خواہ ترقی کر رہے ہیں، مگر افسوس اُن مسلمان بچوں پر اس جان فشانی کا فائدہ بہت ہی بے معلوم نظر آتا ہے۔ اُن کو اپنی اپنی ماؤں نے دامنِ شفقت اور رائیگاں زندگی بسر کرنے کی عادت چھڑا کر اسکول کی سیدھی سادی زنجیر میں قید کرنا کیسا تکلیف دہ کام ہے، وہ مس سوزی سے پوچھنا چاہیے۔ اِن بچوں کا روز اسکول آنا ایک بڑی معرکہ کی بات ہے۔

اس کے بعد دوسرے اسکول کو دیکھا جس میں پارسی لڑکے لڑکیاں تعلیم پاتے ہیں۔ صرف دو چار مسلمان بچے ہیں۔ یہاں گجراتی اور انگریزی سکھائی جاتی ہے اُن کے انگریزی تلفظ کیسے شستہ اور اخلاق کیسے پسندیدہ ہیں تعلیم ایسی خوبی سے دی جاتی ہے، کہ وہ لوگ واقف ہوں کہ ہم کچھ سیکھ رہے ہیں، اس کے پہلے ذہن نشین ہو جاتا ہے۔

کنڈرگارٹن وضع سے ہم کو بہت ہی حظ ملا، اور اُن بچوں نے بھی اپنی خوشی کیسی خوبی سے ظاہر کی۔ بے شک بچے تو خوش ہوئے، کیونکہ اُن کے اسکول میں ایسی معزز بیگم صاحبہ شاید ہی کوئی گئی ہوں گی، جنہوں نے ایسے حظ سے سب دیکھا اور مسٹر ناپنگا مس سوزی اور اُن کی والدہ بھی بہت ممنون ہوئیں۔

ایک شام ہم نے فرگسن کالج دیکھنے میں گذاری۔ اس کالج کے متعلق تیرہ ایکڑ زمین ہے، اور عمدہ موقع پر واقع ہے مسٹر پرانجپے وہاں کے پرنسپل ہیں۔ انہوں نے کتنے ہی برسوں سے اپنی زندگی تعلیم دینے میں صرف کرنے کا عہد کر لیا ہے اگرچہ تنخواہ اُن کے علم و لیاقت پر نظر کرتے ہوئے بہت ہی کم ہے، ورنہ یقین ہے کہ اس سے کئی درجہ بڑی آمدنی پیدا کر سکیں لیکن انہوں نے مدت مقررہ تک ملک کی خدمت اپنے پر فرض کر لی ہے۔ ایم۔ اے تک اس کالج میں تعلیم دی جاتی ہے۔ افسوس ہے، کہ اس کالج میں بھی مسلمانوں کا پتہ نہیں۔ دیسیوں کے لئے رہنے اور کھانے وغیرہ کا اچھا بندوبست ہے، اور جگہ بہت ہی صحت بخش۔ اور ایسے ایسے عجائب اُستاد۔ کاش اس کا فائدہ خدا پرست بھی تھوڑا بہت لیں۔

تقریباً ڈیڑھ مہینہ پونا میں گذار کر بیگم صاحبہ جزیرہ سے وداع ہو کر اپنے عزیزوں سے بمبئی آ کے مل گئیں، اور ہمارا سفر ختم ہوا۔

حلق کی سوزش

بہت ہی سادا سیدھا مگر موثر علاج اس تکلیف دینے والے مرض کا ہے۔ معمولی شورا جسے انگریزی میں (Sal Prunelle) کہتے ہیں اسے ایک چائے کی چمچی کی مقدار لے کر ایک پورے وائن گلاس میں پانی بھر کر ملایا جائے، اور پھر اس پانی سے خوب غرغرہ کیا جائے تو آرام ہو گا۔

شادی بیاہ کی رسمیں

کسی بہن نے عرصہ ہوا، مجھ سے کہا تھا، بلکہ بے انتہا اصرار کیا تھا، کہ میں تہذیب میں اپنے خاندان کے رسم و رواج کا ذکر تفصیل سے لکھ دوں، خاصتاً جس طریقے سے شادی بیاہ کی رسموں اور ان موقعوں کے متعلق ہمارے ہاں کارروائی ہوتی رہتی ہے، تاکہ مختلف ملکوں میں رہنے والی بہنیں واقف ہوں، بلکہ شوق اور پسندیدگی کی نگاہ سے پڑھیں۔

ہمارے خاندان میں تعلیم و تربیت کا خیال سالہا سال سے پھیلا ہوا ہے۔ ہر ایک بزرگ کیا مرد کیا بی بی اس قدر لکھنا پڑھنا جانتے ہیں، کہ اپنی حاجت براری کم و بیش آپ کر سکتے ہیں، اور آپس کی خط و کتابت میں کسی اجنبی کے محتاج نہیں رہتے۔ اسی وجہ سے دنیا بھر کے فسادوں اور غلط سلط باتوں سے بچے ہوئے ہیں۔ لڑکیوں کو زنانہ سکولوں میں بھیجنے کے رواج کو کوئی تیس پینتیس برس کا عرصہ ہو چکا۔ لڑکیاں خاصی طرح انگریزی میں خط و کتابت کر سکتی ہیں، اور وہ اپنی اولاد کو پہلے مرحلے میں آپ مددگار ہو کے سکول میں شریک ہونے کے قابل بنا دیتی ہیں۔

سب سے پہلے بچوں کو قرآن مجید سکھایا جاتا ہے، اور روزمرہ کے فرائض کی ہدایت

کی جاتی ہے۔ اس کے بعد دنیوی علوم کی طرف رجوع کئے جاتے ہیں۔ لڑکوں کا عزیز حصہ زندگی کا تعلیم اور تربیت میں صرف ہوتا ہے، جب تک کہ کسی عہدے پر ممتاز ہوں یا کسی شغلے میں شریک ہوں، اس لئے بُرے طور عادتوں سے الحمدللہ والشکر بچے رہتے ہیں۔ اسی طرح لڑکیوں کو بھی دم بھر کی فرصت نہیں۔ اُن کا بھی دھیان اور خیال علم حاصل کرنے میں رہتا ہے۔ سینا پرونا عمدہ قسم کی بھرت وغیرہ، اور خانہ داری کی بھی چند باتوں سے واقفیت حاصل کر لیتی ہیں، جس سبب سے آیندہ زندگی میں اُن لوگوں کو ویسی دقت نہیں پیش آتی جیسی بے چاری ناواقف لڑکیوں کو سسرال یا اپنے اپنے گھروں میں مصیبت جھیلنی پڑتی ہے پندرہ سولہ برس کے سن سے کم عمر لڑکیوں کا بیاہ اکثر ہمارے ہاں نہیں ہوتا طرفین کے بزرگ، لڑکے اور لڑکی کی رضامندی معلوم کئے سوا نسبت ٹھیراتے ہی نہیں بہت زمانہ گذر گیا ہمارے ہاں اس موقع کے متعلق فضول رسمیں ترک کر دی گئیں۔ چونکہ ہمارے بزرگوں نے ان بیہودہ رسموں میں جان اور مال سبھی کی بربادی دیکھی، اس لئے مقرر کر دیا، کہ تمام ناشائستہ اور نامرغوب رسمیں یک لخت اُٹھا دی جائیں کسی کے پاس دولت ہو یا نہ ہو، جگ ہنسائی کے لحاظ سے دنیا بھر کی آفتیں اُٹھا کے رسمیں ادا کرتے تھے۔ بارے شکر کا مقام ہے کہ ان سب سے ہمارا خاندان بری ہوگیا ہے، اور اب تو ایسی سیدھی سادی وضع سے بیاہ ہوتا ہے، کہ ناواقف مہمانوں کو تعجب معلوم ہو۔ ہمارے خاندان میں ان بیاہی لڑکیوں کو اپنے اپنے

گھروں میں قید کر کے کبھی نہیں رکھتے، بلکہ ان کو اسی طرح آزادی سے آنے جانے کی اجازت دی جاتی ہے، جس طرح اُن کے بزرگ مناسب سمجھتے ہیں۔ وہ ہر مجمع، ہر دعوت میں شریک رہتی ہیں، اور خاصی طرح ذی عقل سمجھی جاتی ہیں ہمارے ہاں یہ ضرور دھیان رہتا ہے، کہ لڑکی کو چاہے جسکی نذر نہ کر دیں پسندیدہ اطوار پڑھا گُنا لائق لڑکا ہوتا ہے، تو ہی جوڑے کی تجویزیں چلتی ہیں، نہ کہ یہ سمجھتے ہیں، کہ لڑکی کیا ہے، گویا سینے پر ایک بڑی سی سل رکھی ہوئی ہے، جس طرح بن پڑے، اُس کے بوجھ سے ہلکے ہو جائیں، اور اب پیغام آیا ہے، تو دے دلا کے فارغ ہو لیں، چلو چھٹی، بیاہ بعد زندگی کانٹوں میں گھسیٹی جاتی ہے، یا پھولوں میں تولی جاتی ہے، اس کا تو خدا ہی حافظ رہے، نہیں، بلکہ اچھی طرح لڑکے کی نسبت تفتیش کر کے بسم اللہ کر کے قبول کرتے ہیں۔ پھر آگے قسمت۔

منگنی کے وقت لڑکی کے ہاں مقدور موجب قریب رشتہ داروں کی دعوت ہوتی ہے، تمام دن کے لئے نہیں، صرف چند گھنٹوں کے واسطے۔ اسی عرصے میں سمدھنیں آتی ہیں، اور لڑکے کی اماں لڑکی کو ایک عمدہ جوڑا اور کسی قسم کا زیور دیتی ہیں۔ دو ناریل اور خشک میوہ سونے چاندی کے ورق چڑھائے ہوئے لڑکی کی بلائیں لے کر نچھاور کرتی ہیں، اور پھول کی حمائل وغیرہ جو اپنے ہمراہ لاتی ہیں، سو پہنا دیتی ہیں اور شگون کے طریقے چھوٹی سی چاندی کی چیز ضرور دیتے ہیں۔ بعد تمام مجلس کو شربت پلایا جاتا ہے۔ ساڑھے سات آٹھ بجے کھانا کھلایا جاتا ہے۔ اکثر شام کے پانچ

بجے سے شب کے دس بجے تک گڑبڑ رہتی ہے، بعد سب اپنے اپنے گھروں کو سدھارتے ہیں۔

بیاہ کے لئے بڑی آفت، سو جوڑے تیار کرنے کی ہے، کیونکہ مہینوں اپنے ہاتھوں سے محنت کر کے ماں بہنیں کنبے کی بیبیاں قسم قسم سے گوٹہ بھر سلمہ ستارہ ٹانک کر سی سلا کر لڑکی کے لئے تیار کرتی ہیں۔ کاریگروں سے بھی کام کرایا جاتا ہے لیکن ہاتھوں سے بہت کچھ کرتی ہیں کسی کی بہت جلد بات ٹھیر جاتی ہے، تو خوش خریدنے میں خرچ دونا بلکہ چوگنا ہو جاتا ہے، اور خاطر خواہ جوڑے نہیں بنتے۔

جہیز دینے کا رواج عام طور سے مقرر بات ہے، اور ہر ادنی و اعلیٰ اپنے حسب حیثیت دیتا ہے۔ بڑی بڑی چیزوں سے لے کر چھوٹی چھوٹی چیزیں تک دی جاتی ہیں۔ ان میں بعضی ایسی کم قیمت اور ادنی ہوتی ہیں، کہ کسی غریب گھر میں بھی بآسانی میسر آسکتی ہیں۔ اس لئے لڑکی کو ان چیزوں کے سنبھالنے میں کس قدر دقت کی بات ہے، اور اس کے لئے بذاتہ کوئی ایسا فائدہ نہیں معلوم ہوتا جب جہیز اس قدر روپیہ خرچ کر کے تیار کرتے ہیں، تو کپڑے اور زیور بہت ہی کم بن سکتے ہیں، کہ جن کی ضرورت بہت زیادہ لڑکی کو ہوتی ہے، اس سے کہ یہ فضول جہیز تمام پیسا جو بیاہ کے متعلق خرچا جاتا ہے، اور دنیا بھر کی رسمیں ادا ہوتی ہیں، کاش اس کے عوض کسی کام میں تھوڑا سا پیسا اٹھایا جائے۔ بیاہ کی خوشی میں ایک یا دو ضیافتیں ہوں، وہ بھی سلیقے سے چند گھنٹوں کی، نہ کہ تمام دن مہمان آرہے

ہیں، اور صاحبِ خانہ سبھوں کی حاجتیں پوری کرتے کرتے شل ہو جائے، مگر مہمانوں کی حکمتیں جتانا، اور کوچے لگانا موجود ہی ہے۔ پان تمباکو اور حقے کی عادت ایسے بڑے موقعوں پر کس قدر تکلیف کی ہو پڑتی ہے۔ خدانخواستہ اگر ان چیزوں کے انتظام میں کہیں کچھ غلطی سرزد ہو گئی، تو جھٹ مہمان رنجیدہ خاطر ہو گئے۔ شکر کا مقام ہے، کہ ہمارے خاندان کی بیبیوں کو کلیتہً ان چیزوں کی عادت نہیں ہے، اور التجا ہے، کہ ہمیشہ اِن بلاؤں سے بچی رہیں۔

ہمارے ہاں جہیز، اگر اس کو اس نام سے کہہ سکتے ہیں، تو صرف اس قدر دیا جاتا ہے پچیس یا تیس یا چالیس جوڑے کبھی اس سے کم کبھی اس سے زیادہ جیسی جس کی حیثیت لیکن قرضہ نکال کے صرف نمائش کی خاطر کبھی کسی بات پر زور نہ دیں گے جس قدر کمل دیکھیں گے۔ اسی قدر ہاتھ پیر پھیلائیں گے اتنے بہت جوڑوں کا رواج اس لئے ہو رہا ہے، کہ لڑکی صاف ستھری رہے، اور کپڑوں کی طرف سے اس کو فکر لاحق نہ ہو، اور سسرال میں جاتے ہی اُس کو جھینپنا نہ پڑے۔ زیور بھی اچھا دیا جاتا ہے ایک الماری، ایک سینی، اور ایک لمپ، بس اس قدر چیزیں۔ مانجھا، ساچق، چوتھی، اِن رسموں میں سے ایک بھی ہمارے ہاں نہیں ہوتی۔ مگر ہاں خاندان میں بہت دن تک چالے ہوتے رہتے ہیں۔ بڑی گڑبڑ عقد کے دن ہوتی ہے، کہ جس روز بیاہ شروع ہوتا ہے۔ دلہن کو صاف ستھری بنا کر پہنیں پہنیں ملکر ہاتھوں پیروں کو بہت ہی کاریگری سے بیل

بوٹے بنا کر مہندی لگاتی ہیں حقیقت میں اس مہندی کے لئے دُلہن کو بہت تکلیف اُٹھانا ضرور ہوتی ہے، چونکہ چار پانچ گھنٹوں میں ختم ہوتی ہے لیکن دیکھنے کے قابل نقش و نگار۔ اس کی حقِ سعی، جن بہن نے لگائی ہو، اُن کو ایک ایک چاندی کی سلائی دُلہن کی ماں دیتی ہے بالوں کو بھی بہت ہی خوبی سے آراستہ کر کے پانچ سات چوٹی گوندھتی ہیں۔ مشاطہ کا کام اکثر دُلہن کی ہم سِن ایک یا دو سہاگنوں کو دیا جاتا ہے، یا کسی لائق بڑی بہن کو سپرد کرتے ہیں۔ دونوں وقت ملتے لباس پہناتے ہیں، جو خاص اس موقع کے لئے نہایت دقّت، محنت اور ہنرمندی سے فاخرہ جوڑا دُلہن کی اماں تیار کرتی ہیں۔ ماتھے پر ایک نازک کم وزن موتیوں اور جواہرات کی بیربندی پہناتے ہیں، اور کان میں صرف ایک ہی سوراخ ہوتا ہے۔ پانچ چھ سوراخ کرنے کا رواج مدتوں سے موقوف ہے۔ اس لئے ایک جوڑ گوشوارہ کی عمدہ پہناتے ہیں۔ گلے میں دو تین ہار، ہاتھوں میں نازک پانچ چھ چوڑیاں سونے، یا موتی، یا جڑاؤ کی، پیر میں بھی بقدرِ حیثیت چاندی یا سونے کی، مگر کم وزن دو ہی چیزیں۔ ناک چھیدتے ہی نہیں، تو نتھ کہاں سے پہنائیں۔ مسی کو برسوں سے خیرباد کہہ دیا ہے کبھی اُسے چھوتے ہی نہیں ہاتھوں سُہاگ چوڑیاں پہنتے ہی نہیں۔ ہاں کانچ کی چوڑیاں شوقیہ کسی وقت پہن لیں تو پہن لیں، وہ بھی ایک ایک یا دُو دُو نہ یہ کہ کلائی سے کہنی تک ماشاء اللہ ہاتھ بھرے ہوئے فرض سمجھ کر سُہاگن کو پہننا ضرور نہیں۔ اور گلے میں کالی پوتھ جیسے دکن میں رواج ہے، کہ اگر کسی روز سُہاگن

کے گلے سے دھاگا بڑھ جاتا ہے، تو پوتھ کو فوراً اپنی ساری کے آنچل سے گرہ دے کے رہنے دیتے ہیں، اس خیال سے، کہ اللہ نہ کرے بدشگونی ہو جائے گی۔ اگر پوتھ جسم سے الگ کر دی جاے، تو قیامت کبریٰ نازل ہو، جب تک کہ فرصت ہو، اور پھر پرو کے گلے میں سُہاگ کی نشانی قایم کر سکیں، تب کہیں چین آئے گا) شکر ہے، کہ ہم اس آفت سے بھی بچے ہوئے ہیں۔ پوری طرح دلہن کی آرائش کر لیتے ہیں، تو اس سادی سیدھی وضع میں نورانی صورت معلوم ہوتی ہے جس کمرے میں اُسے تیار کرتے ہیں، اُسی میں سب بات سے فراغت پائے بعد مسند پر بٹھاتے ہیں، اور وہ صرف جھکی ہوئی نظروں سے چُپ چاپ گھونگٹ نکالے بیٹھی رہتی ہے۔ مگر دن پردیسی قیامت نازل نہیں کرتے، کہ بے انتہا جھکانے کے صدمے سے گٹھلیاں پڑ جائیں، یا کمر خم کھا جائے۔ اکثر دلہن کو دو چار ہم سنوں کی صحبت میں بٹھاتے ہیں، تا کہ آرام سے دم لے سکے۔ بزرگوں اور مہمانوں کے لحاظ سے اکڑوں بنی ہوئی تمام وقت نہیں رہتی۔

دلہن کے دیکھنے کی خواہش سبھی کو ہوتی ہے، اس لئے مختلف قوم کی بیبیوں کو ضرور دعوت دیتے ہیں۔ اِن لوگوں کو رفریشمنٹ دیا جاتا ہے، اور مسلمان دعوتیوں کو زنانے اور مردانے میں بڑے ہی تکلف کا ولیمہ کھلایا جاتا ہے۔ آٹھ ساڑھے آٹھ تک سب کھا کے فراغت کر لیتے ہیں۔ بعد نکاح خوانی کی گڑ بڑاہٹ چلتی ہے۔ یہ لکھنا چھوٹ گیا، کہ باغ اور مکان چراغاں سے جگمگا اٹھتا ہے،

اور بہت ہی قرینے اور سلیقے سے سجایا جاتا ہے۔ باغ کے کسی طرف صرف انگریزی بیانڈ کا انتظام رہتا ہے، کہ جس کی لطیف آواز ٹھیر ٹھیر کے سنائی دیتی ہے۔ نہ طائفے ہوتے ہیں، نہ ڈومنیوں کی صدائے دولت زیادہ سے مہمان دق، اور میزبان کا حال، اُن کا ہی جی جانے کیا ہوتا ہوگا، نہ میراثنوں کے بے طور اور ناشائستہ کلام کانوں کو ناپاک کرتے ہیں۔ اس قسم کی عورتیں بلوائی ہی نہیں جاتیں۔ زر دادن و درد سر خریدن کون سے خدا نے کہا ہے۔ ٹونے ٹوٹکوں کو تو ہم جانتے ہی نہیں۔ ہاں کسی کسی وقت دلی والیوں اور لکھنؤ والیوں سے ملاقات کا اتفاق ہوا ہے، اور اثنائے گفتگو میں انہوں نے ان ٹوٹکوں کا ذکر چھیڑ دیا ہے، اس لئے مجھے پورا پورا جاننے کا شوق ہے۔ اگر کوئی بہن اخبار میں درج کرادیں تو میں شکر گذار ہوں گی۔

ہمارے ہاں دُولہا کو شب گشت کے لئے گھوڑے پر سوار کرا کے تمام شہر کا صدقہ ہوتے ہوئے دُلہن بیاہنے نہیں جاتے، بلکہ باغ کے احاطے کے اندر ہی چند قدم دولہا سہرا پہنے ہوئے حاضرین کے ہمراہ آتش بازی کے آوازوں کے درمیان پیدل چل کے مجلس میں آکے بیٹھتا ہے۔ اسی وقت دو گواہ جاکے لڑکی کی زبانی ایجاب اپنے کانوں سن لیتے ہیں۔ بعد رہنما دین نکاح کی زنجیر سے دونوں کو جکڑ دیتے ہیں۔ ان شرعی احکام کے جاری ہوئے بعد تمام مجلس کو شربت، گلدستے، گلاب اور گلوریاں تقسیم ہوتی ہیں۔

مبارک سلامت کا شور ہو جاتا ہے۔ بعد دولہا زنانے میں آتا ہے۔ دونوں کو ایک مسند پر بٹھاتے ہیں، اور دولہا کی والدہ انتہا سات جوڑے بہت ہی عمدہ دلہن کی گود میں رکھتی ہیں، اور زیور پہنا دیتی ہیں، اور پھولوں کی حمائل کلائی بند وغیرہ وغیرہ، اور منگنی کی رسم کے موافق خشک میوہ نچھاور کرتی ہیں۔ اسی طرح دلہن کی والدہ ایک قیمتی پوشاک دولہا کو عنایت کرتی ہیں، اور ایک اعلیٰ پتھر کی انگشتری۔

اس کے بعد دلہن کو وداع کرنے کی تیاریاں چلتی ہیں۔ ایک سینی میں جو دلہن کو جہیز میں دی جاتی ہے، بہوڑے کا کھانا بھر کے سسرال بھیج دیتے ہیں، اور روشن لمپ دلہن کے ساتھ یا پہلے بھیج دیتے ہیں۔ بارہ ایک بجے تک وہ سسرال پہنچ جاتی ہے۔ دوسری صبح میں نیکے سے کسی ننھی سی بہن کو دلہن کو لوا لینے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ تمام دن یہیں رہتی ہے۔ شام کو میکے والوں کے ہمراہ سسرال جاتی ہے، اور اس روز بے انتہا گرما گرماہٹ رہتی ہے۔ مہمانوں سے زنانہ اور مردانہ بھرا ہوا ہوتا ہے۔ اس موقع کا نام آئین کی دعوت ہے، اور اس کا خاص منشا یہ ہے، کہ لڑکی کو رشتہ دار رونمائی دے سکیں۔ دوست پہچان والے عقد کی شب کو رونمائی ، دے دیتے ہیں ہمارے ہاں زیادہ تر خیال دلہن کو ہی دینے کا رہتا ہے، اور سب نذر کرتے ہیں۔ یہ رواج بہت ہی پسندیدہ ہے۔ چونکہ نئے گھر میں اور نئے لوگوں میں ایک دم تو کسی چیز کی

وہ طلبگار نہیں ہوسکتی۔ اِن چیزوں سے بہت درجے اس کو سہارا ہوتا ہے۔
گول کمرے کے وسط میں ایک کوچ رکھا جاتا ہے، جس پر دلہن کو مع ایک
ہمجولی کے بٹھاتے ہیں، تاکہ رونمائی جو دی جاتی ہے، اس کا بوجھ وہ سنبھال لے۔
اور کوئی بھی دو بہنیں مل کر بہت ہی اچھی وضع سے آمین پڑھتی ہیں، کہ جس
میں دلہن کے لئے کچھ دعائیہ اور ثنائیہ الفاظ ہوتے ہیں۔ آمین ختم ہوئے بعد
رونمائی کی بوچھار پڑتی ہے۔ جب سب دے دلا کے فراغت پا جاتے ہیں،
تب دو دو بڑے بتاسے تمام حاضرین کو تقسیم ہوتے ہیں، شربت پلایا جاتا ہے،
پھولوں کے ہار پہنائے جاتے ہیں، اور کھانا کھلا کر دس گیارہ بجے تک سب
کو وداع کر دیتے ہیں۔ چلئے بیاہ کا انجام آگیا۔ بعد اس کے اگر کوئی کچھ زیادہ
حوصلہ نکالنا چاہتا ہے، تو اکابر شہر کو ذرا اسٹا کے دعوت دے دیتے ہیں۔
بس اسی قدر۔

بمبئی میں

شہزادہ اور شہزادی ویلز کی آمد

ہندوستان میں شہزادہ اور شہزادی ویلز کے خیر مقدم کی طیاریاں مہینوں پیشتر سے ہو رہی تھیں۔ بڑے بڑے شہروں میں بہت کچھ طیاریاں ہوئیں مگر بمبئی میں فارسی بیبیوں کی اُلوالعزمی نے جو رنگ جمایا وہ قابلِ تعریف تھا۔ یہ پہلی شہزادی سلطنت برطانیہ کی ہیں جنہوں نے ہندوستان کی سرزمین پر قدم رنجہ فرمایا۔ مرحومہ محترمہ ملکہ وکٹوریا کو ہندوستان تشریف لانے کی بڑی حسرت تھی۔ اور اسی لئے آنجناب نے اُردو کو ضعیف العمری میں حاصل کیا تھا۔ تاکہ یہاں آ کے دقت پیش نہ ہو اور اپنی رعیت سے اپنے آپ گفتگو کر سکیں۔ مگر افسوس اُن کا قصد پورا نہ ہوا۔

آخر نومبر کا روز آیا جس کا انتظار مدتوں سے تھا۔ بمبئی میں عجب طرح کی کھلبلی مچی ہوئی تھی کُل شاہ راہیں جھنڈوں اور پھریروں اور نیک دعاؤں اور خیر مقدم کے لفظوں سے معمور تھیں۔ ایک جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا تھا۔ جن سے جہاں بن پڑا شاہی جوڑے کو دیکھنے کے شوق میں چل نکلا۔ ہم بھی تانتا نکل

(یعنی حضور عالی کی تشریف آوری کے موقع) پر ذرا پیشتر ہی چل کے ٹھیرے تاکہ لوگوں کے ہجوم سے بچ کر پہنچیں۔ اور اسی خیال سے ہم بیبیاں ٹھیک گیارہ بجے مکان سے نکلیں۔ اور بغیر تکلیف کے آرام سے ہمارا گذر ہوا۔ ہوٹل کی تیسری منزل پر شمال کی طرف کے ایک بڑے کمرے میں ٹھہر کر حضور عالی اور حضور عالیہ کی تشریف آوری کو بخوبی تمام دیکھا کبھی ہم کو توقع نہ تھی۔ کہ ایسی عمدگی سے کُل کارروائی دیکھ سکیں گے۔ خیر مقدم کے لئے بمبئی علاقے کے اکثر رئیس جمع ہوئے تھے اس۔ لئے ڈھائی بجے سے ان لوگوں کی سواریاں شان و شوکت سے موقع پر آنی شروع ہوئیں۔ ہر ایک کا ٹھاٹھ قابل دید تھا۔ جوناگڈھ کی گاڑی چاندی کی تھی جس پر زر بلندی سونے کا کام کیا ہوا کسی کی کار چوبی کسی پر سلمہ ستاروں کی جھلک کسی پر کچھ آفتاب کی کرنیں پڑ کر ان کی چمک دمک دونی بلکہ چوگنی ہو جاتی تھی۔ رئیسوں کی پوشاک اور جواہرات ان سب پر فوق ہر ایک کے پیچھے دو یا چار سوار۔ ان لوگوں کے لئے خاص شامیانہ نصب تھا جہاں وہ لوگ ٹھیرے۔

بعدہ لشکر کی ٹکڑیاں مختلف وردیوں میں نمودار ہوئیں۔ اور سمندر کی موج کی طرح اس سرے سے اس سرے تک لہریں مارنے لگیں۔ شاہنشاہی پلیسی سپاہ بھی ایک طرف ٹھیری فیروزی صافوں میں روپہلی پھندنے شعاع کی طرح چمکتے تھے حضور انور نواب صاحب جزیرہ کا پُر سلیقہ اور باقرینہ ٹھاٹھ کسی

سے کم نہ تھا۔ ان کا رعب داب بلند قد سب ججوں پر فوقیت رکھتا تھا۔
ہائی کورٹ کے ججوں میں جناب مکرم و محترم بدرالدین طیب علی صاحب
کا شریف اور نورانی چہرہ دیکھ کے عجب اثر پیدا ہوتا تھا۔ اپنی ذاتی لیاقت سے
آج وہ کیسے معزز عہدہ پر ممتاز ہیں جس کا اندازہ ایسے موقعوں اور جلسوں پر پورا
پورا معلوم ہو سکتا ہے۔ وائسرائے کی سواری آئی۔ بعد گورنر صاحب کی۔ لیڈی
لامنگٹن بسبب علالت بمبئی میں موجود نہ تھیں، اس لئے لیڈی امپٹ ہل
(گورنر مدراس کی بیگم) نے ان کی جگہ کو سنبھالا۔ رینوں جہاز یا لشکری دو دو جہاز
جس میں شاہی جوڑے نے سفر کیا اس کو دور سے ہم نے دیکھا۔ وائسرائے۔ گورنر۔
امیرالبحر مجلس واضع آئین و قوانین کے اراکین استقبال کے لئے جہاز پر گئے۔
اور کچھ دیر بعد توپیں دغیں جس سے معلوم ہوا کہ شہزادہ اور شہزادی صاحبہ نے جہاز
چھوڑا۔ اور کشتی میں سوار ہو گئے۔ ان کی کشتی آہستہ آہستہ بندر کے قریب آتی
ہوئی دکھائی دی جس کا سبز رنگ تھا۔ کنارے پر اترتے ہوئے ہم دیکھ نہ سکے
لیکن اطراف کے جوش و خروش سے واضح ہوا کہ وہ لوگ رونق افزائے شامیانہ
ہو گئے۔ شامیانے کی کارروائی کہیں سے دکھائی نہیں دیتی تھی۔ چونکہ پردے
پڑے ہوئے تھے۔ مگر سنا کہ موجودہ لوگوں سے ملاقات کی۔ اور ملنے کے بعد محراب
اور چھوٹے شامیانے سے گذر کر میونسپالٹی کا اڈرس لینے کے لئے صدر چبوترہ پر
تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت دونوں کو ہم نے بہت ہی عمدہ اور واضح طور سے

دیکھا۔ شہزادے چھوٹے سے قد کے معلوم ہوتے تھے۔ لباس سفید۔ اس پر کسی طبقہ کا فیتا پہنا ہوا۔ شہزادی ان سے بلند قد نظر آئیں۔ صندلی رنگ کا لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ صدر مقام پر شاہی جوڑا اور ان کی پشت کی طرف گُل رئیس اور جج زرق برق لباسوں میں موجود تھے۔ اور سامنے مہتا سر فیروز شاہ اپنی صاف اور بلند آواز میں اڈریس پڑھ رہے تھے۔ اور ان کے بعد تا بآخر لب ہو سے کرسیاں اکثر معمور تھیں۔ ایک ایسا نظارہ تھا جس کو دیکھ کر دل پر عجب طرح کا اثر محسوس ہوتا تھا۔ اور جہاں کہیں نگاہ پھیرو۔ دریچوں اور برآمدوں سے رعیت کے مشتاق چہرے دکھائی دیتے تھے۔ سر فیروز شاہ اڈریس پڑھ چکے۔ اس کے بعد پرنس نے جواب دیا۔ اور ختم ہونے پر سر فیروز شاہ سے بڑی گرم جوشی سے ہاتھ ملایا۔ وہ کاسکٹ جس میں اڈریس رکھ کے دیا۔ نہایت عمدہ کاری گری اور بیش قیمت ہنروری کا نمونہ تھا۔ دوربین کی مدد سے زیادہ صاف اور واضح ہم نے دیکھا۔ لیکن نزدیک سے اَور ہی بات ہوگی۔ اس طرح شاہی جوڑے کا خیر مقدم کیا گیا۔ اس کے بعد وہ لوگ گاڑی میں سوار ہوئے۔ اور شاہ راہوں سے گذر کر منتظر رعیت کو اپنی مبارک صورتیں دکھائیں۔ اور ہم اژدہام کم ہونے کے بعد مکان پر آ گئے۔

دس نومبر کی شب معزز خواتین بمبئی اور موجودہ بیگموں اور رانیوں کے لئے جو اس جلسے میں شریک تھیں قابل یادگار رہے۔ اس شب کو گورنمنٹ ہوس

کی پردہ پارٹی ہوئی۔ اس قدر دیر سے جلسہ ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ رؤسا اور عمائد
شہر کو کھانے کی دعوت تھی جس میں شاہی جوڑا موجود تھا۔ اس طرف سے
فراغت ہو کر شہزادی بیگم کے روبرو مستورات کی باریابی کا موقع آیا۔ اس جلسے
میں تجویز اور تحقیق سے چیدہ خاتونوں کو بلایا تھا۔ چونکہ حضور عالی پرنس کا معاملہ تھا
ہر کس و ناکس کو بے دریغ نہیں بلایا تھا۔ ہمارے خاندان کی بہت سی خاتونوں
کو مدعو ہونے کی عزت دی گئی۔ مسس "دیو بولے" کی طرف سے بیگم صاحبہ جزیرہ
کو اس موقع پر ترجمان بننے کی درخواست آئی تھی یعنی جن خاتونوں کو شہزادی بیگم
گفتگو کر کے سرفراز کریں۔ ان میں کسی کو اگر زبان انگریزی سے واقفیت نہ ہو
یا کم ہو ان کے درمیان فہمائش کا کام انہیں کے متعلق ہو۔ اس اعزازی عہدہ
کو خوشی سے بیگم صاحبہ نے قبول فرمایا۔ اور خوبی سے انجام دیا۔ ایک اور بات
بہت ہی قابل غور تھی۔ کہ شہزادی بیگم کے روبرو دیسی مستورات کس طرح آداب
بجا لائیں۔ کیونکہ ان لوگوں کو انگریزی آداب (یعنی زانو جھکا کے سلام کرنا) کس
طرح آسکتا ہے۔ کل تشویشوں کا فیصلہ ہو گیا اگلے روز حکمیہ رقعے سب کو وصول
ہو گئے۔ جس میں یہ تھا کہ اپنے اپنے طریقے اور دستور کے موافق آداب بجا لائیں
وقت معینہ پر گورنمنٹ ہوس پہنچے روشنی وغیرہ میں کوئی خصوصیت نہیں
تھی۔ واجبی روشنی تھی بہت سی بیبیاں ہم سے پیشتر پہنچ گئی تھیں۔ اور یکے
بعد دیگرے باریاب ہو رہی تھیں۔ داخلی زینے سے عبور کر کے ہم اپنے چار شغول

(برقع) کو اُتار رہے تھے۔ کہ مسس "لارنس" سرعت سے آئیں اور تاکید کی کہ آپ لوگ جلدی شہزادی کی حضوری میں حاضر ہو جائیں گھبراہٹ میں بغیر رُکنے کے چلے۔ کارڈ پیش کئے۔ مسس "راندے" تک پہنچا دیا۔ اُس وقت میں نے برابر غور کیا کہ پرنسس کہاں تشریف فرما ہیں۔ تاکہ آداب بجا لانے کے لئے دقت نہ ہو۔ فاصلے سے کل خاتونیں روبرو کھڑی تھیں۔ اور پرنسس صدر مقام پر رونق افروز تھیں۔ مسس "راندے" جن کو اس کام پر معین کیا تھا۔ انہوں نے نام پکارا کہ اُنکی آواز سے آگے بڑھی اور ہمارے دستور کے موافق ان کے ذرا بڑھے ہوئے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر دائیں بائیں آنکھوں کو لگایا اور چوما۔ اور مودبانہ اپنے اثر کو روک کر آگے بڑھی۔ اور ان کے بائیں طرف ہو رہی۔ جہاں سے میں نے ان کو نہایت خوبی سے مشاہدہ کیا حسن تو خدا نے کچھ مخصوص نہیں دیا ہے۔ مگر اس قدر ملیح صورت اور نرم رعب ہے کہ انسان کا دل اپنے آپ ان کی طرف مائل ہو جائے۔

تواضع ز گردن فرازاں نکوست

ایسی ہی خاتونوں کی شان میں کہنا بجا ہے۔ بخندہ پیشانی ہر ایک سے ملیں ان کا لباس بڑے بڑے گلاب اور پتوں کے "شیفانی" (انگریزی کپڑا) کا تھا زیور فیروزے اور الماس کا بہت خوبصورت۔ کل مجمع اچھی طرح دکھائی دیا۔ اور ہر بی بی کی آمد رفت خاص طرح دیکھ سکے صدر مقام پر لیڈیز انی ویٹنگ

دائیں طرف اور لیڈی امپٹ ہل بائیں طرف شہزادی کے تھیں۔ سلامی ختم ہونے کے بعد چند خاتونیں چنی گئیں جن کے ساتھ شہزادی نے کرسی پر تشریف فرما کے یکے بعد دیگرے گفتگو کی۔ بائیں طرف صدر مقام کے قریب ایک چوکی رکھی گئی۔ اور مسس "دوبولے" اپنی جگہ چھوڑ کر مجمع کی طرف گئیں۔ اور بیگم صاحبہ جنجیرہ کو اپنے ہمراہ لائیں۔ اور لیڈی امپٹ ہل نے انگریزی آداب شاہی بجا لا کر نام پکارا۔ وہ آگے بڑھیں حکم ہوا بیٹھو۔ بیگم صاحبہ اسی کرسی پر متمکن ہوئیں حاضرین مجلس کی آنکھیں ان پر جم گئیں۔ شہزادی نے گفتگو اس طرح شروع کی کہ اس مجمع کو دیکھ کر میں بہت خوش ہوئی۔ اور سب کے الگ الگ لباسوں سے مجھے بہت حظ آیا۔ بمبئی کی بہت تعریف کی۔ مگر یہاں کی آب ہوا کو گرم بتایا چونکہ فی الحال ولائت میں جاڑے کا موسم تھا۔ اور معقول سرد ہوائیں چلتی تھیں پھر پوچھا کہ تم نے انگریزی کہاں حاصل کیا ہے جواب بمبئی کے سکول میں۔

سوال۔ تم ہمیشہ یہاں ہی رہتی ہو یا خاص اس وقت آئی ہو؟ جواب۔ اس وقت تو خاص آپ لوگوں کے خیر مقدم کے لئے آنا ہوا۔ کہنے لگیں بمبئی والوں کے خیر مقدم سے ہم دونوں محظوظ ہوئے۔ ہمارے لئے کیا کیا طیاریاں کی ہیں اور بھی بہت سی باتیں کیں۔

اس اثنا میں لیڈی "امپٹ ہل" لیڈی آغا خاں کو لائیں بیگم صاحبہ ہٹ گئیں۔ "مسس دوبولے" اور "مسس لارنس" قریب آئیں۔ اور بیگم صاحبہ سے

کہا کہ اس کرسی کے نزدیک ازراہِ عنایت تشریف لائیے۔ اگر پسند فرمائیں۔ تو ان کے لئے ترجمہ کی تکلیف گوارا کیجئے۔ وہ وہیں ٹھہریں اور لیڈی امپٹ ہل نے زانو جھکا کے آداب بجا لاکے ان کو پیش کیا۔ اور لیڈی آغا خاں اسی کرسی پر بیٹھیں بیگم صاحبہ کے ذریعے گفتگو ہوئی۔ پہلے پوچھا انگریزی جانتی ہو؟ انہوں نے "نہ" کہا۔ چار پانچ اور سوال وجواب ہوئے۔

بعد اسی طرح سے لیڈی "امپٹ ہل" مسس ایچ فیضی کو لائیں۔ انہوں نے بغیر مدد کے گفتگو کی۔ بادشاہ اور بادشاہ بیگم کی صحت وسلامتی دریافت کی۔ اور ڈیوک آف کناٹ اور ڈچس صاحبہ کے لئے پوچھا۔ اسی طرح چند سوال وجواب بعد لیڈی پلیٹ۔ لیڈی جہانگیر۔ لیڈی مہتا۔ لیڈی کریم بھائی ابراہیم۔ بیگم ممتاز جہاں نصر اللہ خاں۔ ساونت واڑی کی رانی بھور کی رانی لیڈی بھالچندر۔ مسس چندراوارکر وغیرہ جملہ پانچ مسلمان بیگمیں اور تین پارسنیں باقی چھ سات ہندو بیبیاں ان میں پانچ خاتونیں انگریزی جانتی تھیں فہرست بند ہوئی۔ اس کے بعد شہزادی نے بیگم صاحبہ سے پوچھا کیا تم ان سب زبانوں سے واقفیت رکھتی ہو؟ جواب دیا جی ہاں سمجھ سکتی ہوں۔ البتہ زبان میں سہولت سے بات نہیں کر سکتی ہوں شہزادی میں اپنی خوش قسمتی سمجھتی ہوں کہ میں پہلی شہزادی ویلز ہوں جن کو ہندوستان آنا نصیب ہوا ہے۔ بلکہ میری خوش دامن صاحبہ کو اس بات کا بہت افسوس ہے۔ کہ ان کو اس

خوبصورت سرزمین کو مشاہدہ کرنے کا موقع حاصل نہ ہوا بادشاہ ہندوستان کا بہت کچھ ذکر کرتے رہتے ہیں۔

جس وقت ملاقات ختم ہوئیں لیڈی امپٹ ہل نے بڑھ کے شہزادی سے کچھ کہا۔ وہ آگے بڑھیں اور بیگم صاحبہ سے ہاتھ ملا کے کہا کہ میں تمہاری بہت مہربانی مانتی ہوں کہ تم نے میرے لئے ترجمہ کیا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میری طرف سے ضرور سب کو پیغام پہنچا تا کہ میں ان سب کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ بعد گوڈ نائٹ کہا۔ فوراً بیگم صاحبہ نے اپنے دستور کے موافق ہاتھ چوم کر خدا حافظی کی۔ شہزادی آہستہ قدم دو رویہ سر جھکا کے سلام لیتی ہوئی مجلس سے اپنی آرامگاہ میں تشریف لے گئیں۔ اس کے بعد لیڈی امپٹ ہل"، کاؤنٹس آف شافٹسبری" اور لیڈی ایواڈ گریل" سے بعضے لوگوں نے بات چیت کی باقاعدہ مجلس ختم ہوئی۔ اور آپس میں آزادانہ ملنا جلنا ہوا۔ ریفرشمنٹ (نقل) کے لئے سب گئے۔ بعد گاڑیاں میں سوار ہو کر روانہ ہو گئے تقریباً ۱۲ بج رہے ... تھیں۔

گیارہ تاریخ مغرب کو وہ عظیم الشان اور بے نظیر زنانہ جلسہ ٹاؤن ہال میں ہوا جو خاص لیڈی جہانگیر اور مس خورشید جی کی کوشش بلیغ کا نتیجہ تھا۔ یہ جلسہ خاص پرنس کے خیر مقدم کی غرض سے تھا۔ اس دعوت کے تیار ہوتے ... مہینے گزر گئے۔ اور بار بار ہاں نا ں کے جواب آئے لیکن لیڈی جہانگیر ...

وقت ولایت میں قیام رکھتی تھیں اپنی بے دریغ کوشش کرتی رہیں۔ اور یہاں مس خورشید جی۔ کیونکہ ان لوگوں کو یہ یقین تھا کہ شہزادی بہت نیک طبیعت ہیں۔ اور ان تک برابر بات پہنچے گی تو یقیناً قبول فرمائیں گی چندے وصول ہوتے رہے۔ اور سب بات کا ایک طرح سے انتظام کر رکھا۔ تا کہ عین وقت پر دقت نہ ہو۔ اور ان لوگوں کی خواہش تھی کہ ہندو اور مسلمان خاتونوں کو شریک کر کے رنگین محفل بنائیں۔ بہت ہی عمدہ خیال کہ اس طرح سے تین قومیں ایک ہو کر خیر مقدم کریں لیکن اس میں اختلاف مذہب اختلاف رواج۔ اختلاف رائے ہونے کی وجہ سے اس درجے تکلیفیں پیش تھیں کہ جن کا بیان ہونا غیر ممکن ہے۔ آفرین ہے ان لوگوں پر اور ان کی اولوالعزمی پر کہ جس نے ہر بات کو تباہ کرا لیا نظارہ شہزادی کے لئے تیار کیا کہ بپایۂ و شایۂ

لیڈی جہانگیر اور مس خورشید جی دونوں سکرٹری بنیں۔ اور ایک انتظامی کمیٹی مقرر کی گئی۔ جس میں لیڈی جمشید جی لیڈی آغا علی شاہ لیڈی پلیٹ مس چندراوارکر۔ لیڈی فیروز شاہ مہتا۔ لیڈی بھالچندرا۔ لیڈی ہرکشن داس مس وٹھلداس ٹھاکرسی۔ بیگم ممتاز جہاں نصر اللہ خاں مس تہمن جی پیٹٹ مس عباس علی بیگ۔ دلشاد بیگم نواب مرزا مس جی جی بھائی لیڈی کریم بھائی ابراہیم مس جے ڈی فرامجی مس رستم جی جی جی بھائی مسز آر۔ جے۔ ٹاٹا

مسز ایم اے حیدری مس ترہ بنوداس - دہجیونداس مس آغا مولچولشاہ مس امیر الدین طیب جی مس این این کوٹھاری مس لقمانی مقرر کی گئیں شہزادی کو ایک البم بطور یادگار دینا مقرر ہوا - جس میں تینوں قوموں کی منقش تصویریں ہوں - بیس پچیس روز رہے ہوں گے جب تحقیق ان لوگوں کو تار آیا کہ شہزادی نے قبول فرمالیا - مگر یہ ہشیار لوگ ذرا غافل نہیں تھے - اپنی تیاری پوری کرتے رہے ورنہ بڑا مشکل کا سامنا ہوتا - پھر تو ایسا تہ و بالا ہو گیا کہ جس کی حد نہیں - چونکہ ہر قوم اپنی اپنی رسم اس وقت کرنے والی تھی - گائن اور ایڈریس وغیرہ تمام چیزوں کے "ریہرسل" شروع ہو گئے تاکہ عین موقع پر پرنسس کے روبرو جھینپنا نہ پڑے - اس تمام گڑبڑ کے درمیان مس خورشید جی انتہائی درجہ زحمت اور محنت سے علیل ہوگئیں - سب کے دلوں پر اوس پڑ گئی - چونکہ ان کی جانفشانی اور ہر ایک کو سمجھا بجھا کر راضی کرنا کہ جو اخیر تک جاری رہا - سچ کہتی ہوں سوائے ان کے ممکن نہیں تھا کہ کوئی کر سکتا - شکر کہ جلدی ہی شفا پاگئیں - بروقت معین ٹاؤن ہال چلے -

اس گذھب عمارت کو اس طرح سجایا تھا کہ رونق پیدا ہو گئی تھی - وسیع گول کمرے کو زرین بنا دیا تھا - بڑے زینے کو سرخ کپڑے سے ڈھانپ کر دو رویہ الگزینڈرا سکول کی فارسی لڑکیاں بعد ہندو پھر مسلمان لڑکیاں ہاتھ میں گلاب اور چنبیلی کی ٹوکریاں لے کر کھڑی تھیں - ان کے درمیان شہزادی کے لئے گزرگاہ رکھی تھی کمرے میں فرش ایرانی قالین تقریباً پچیس تیس ہزار کی قیمت کا اندازہ کیا گیا - اور جس

قدرے حصے میں شہزادی کے لئے گز نگاہ رکھی گئی۔ اس پر سرخ کپڑا بچھا کر سنہری
تاش ڈالا تھا۔ اور یہ "پلیٹ فارم" بنا ہوا تھا۔ اس کے نیچے ختم ہو گیا۔ بعد چار پانچ
پائدان اور پلیٹ فارم کو پورا اپورا کمخواب سے پوشیدہ کر دیا تھا۔ درمیانی حصے پر
ایک زرّین بہت بڑا تخت رکھا تھا۔ کہ جو مسٹر روغے کے خیالات کا نمونہ
بیگم ممتاز جہاں نے بنوا کر اسی موقع کے لئے استعمال کرنے کو دیا تھا۔ روپیہ تو
بے شک بہت صرف ہوا ہوگا لیکن اس تخت کے ہونے سے درباری شان
پیدا ہو گئی تھی پشت کی طرف ایک بڑا ارغنون تھا جس کو کمخواب بنارسی زرّین
شال وغیرہ سے چھپا دیا تھا۔ اس کے مقابل کی دیوار بھی زرّین اشیا سے معمور
تھی۔ بارہ ستون کہ جن پر زر بفتی اور بنارسی رنگین ساریاں لپٹی تھیں ان میں بھی
اکثر بیگم ممتاز جہاں کی عنایت تھی ان ستونوں کے درمیان جھالروں کے ہار
سے سلسلہ جاری کیا تھا مختلف لوگوں نے اپنی اشیا سے مدد دی تھی۔ جہاں
کہیں نگاہ پڑتی تھی زر اور چمک سے آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں۔ روشنی کا
انتظام بھی ٹھیک تھا۔ ان سب پر فوق ہر ایک خاتون کا لباس کہ جو کسی غور
اور فکر سے پہنا ہوا تھا۔ اور جس نے تمام کمرے کو پر ضیا بنا دیا تھا۔ خاص کر کے
چند خاتونوں کے جواہرات کی حس و حرکت سے نئی خوبی نظر آتی تھی اور ایک
خاتون کا لباس ذکر کرنے کی قابلیت سے کئی درجے بڑھا ہوا تھا۔ اکثر نے
پسندیدگی اور شوق کی نگاہ سے دیکھا [illegible] آفتاب

کی کرنیں یا بجلی کی تڑپ کا گمان گزرجاتا تھا۔ پلیٹ فارم کے نیچے پائدان کے دو طرف انتظامی کمیٹی کے اراکین کی نشست تھی۔ رانیوں اور بیگموں کی نشست مقابل کے کوچ پر تھی۔ اور کل حاضرین کے لئے قرینے سے چوکیاں رکھی ہوئی تھیں۔ شمار اگر پندرہ سو سے زیادہ کا ہجوم تھا۔ روشنی اور جگمگاہٹ سے کمرہ گرم ہوگیا تھا لیکن اشتیاق عظیم نے ہٹنے سے باز رکھا۔ پونے چھ اور کئی دقیقے گزر کر پرنسس تشریف فرما ہوئیں۔ ان کے استقبال کے لئے انتظامی کمیٹی کی چند بے پردہ خاتونیں تشریف لے گئیں۔ لیڈی حیدری۔ لیڈی ہلیپیٹ۔ مس آر۔ جے ٹاٹا۔ لیڈی جہانگیر۔ مس ہمن جی ہلیپیٹ۔ مس وٹھلداس ٹھاکرسی مس حیدری اور لیڈی بھالچندرا لیڈی ہرکشن داس۔

زینے پر چڑھتے وقت ان طالب علم لڑکیوں نے خیر مقدم کا ترانہ گایا۔ اور پھول نثار کئے۔ داخلی پر لیڈی ہلیپیٹ اور مس آر جے ٹاٹا نے اپنے طریقے کے موافق ناریل صدقہ کئے۔ بعد مس حیدری اور لیڈی بھالچندرا نے اپنی آرتی کی رسم کی۔ ان کے بعد بیگم ممتاز جہاں نے اور پانچ لڑکیوں کو شریک کر کے سونے کی تشتریوں میں جو بھری تھیں سو قدموں پر شہزادی کے نثار کیں۔ اور سونے چاندی کے پھول لٹائے۔ اس طرح تین طریقوں سے بلا دور کی گئی۔ تب کہیں شہزادی کو آگے بڑھنے دیا۔ حاضرین سروقد کھڑے ہو گئے۔ اور وہ دو رویہ بہ خندہ پیشانی سلام لیتی ہوئی تخت نشین ہوئیں۔ ان کی لیڈیز ان ویٹنگ بائیں طرف اور

لیڈی اسپیٹ ہل دائیں طرف چوکیوں پر متمکن ہوئیں تخت سے متصل دائیں بائیں مسلمان اور فارسی خاتونیں بڑے بڑے تاش سے مزیّن کئے ہوئے پنکھے جھل رہی تھیں۔ بالکل طلسماتی نظارہ معلوم ہوتا تھا۔ شہزادی کے چہرے پر خوشی فرحت اور پسندیدگی کے آثار موجود تھے۔ ان کا لباس اگلے روز کا سا ہی عمدہ اور گراں قیمت بنا ہوا تھا۔ لیڈی جہانگیر اس پلیٹ فارم کے بائیں طرف کھڑی رہ کے انتظامی کمیٹی کے اراکین کے نام پکارنے لگیں۔ یکے بعد دیگرے شہزادی کے نزدیک جاکر تسلیم بجالا کے دوسرے راستے سے چلی گئیں۔ اور اپنی معین نشستگاہ پر بیٹھیں۔ اس کے درمیان جب مسس امیر الدین طیب جی اپنے دستور کے موافق ہاتھ چوم کے آداب بجالائیں۔ تو لیڈی جہانگیر آپے سے باہر ہوگئیں۔ اور بے تحاشا رے نئیں نئیں (یعنی نہیں نہیں) بہت ہی بے ڈھب طور سے کرنے لگیں۔ کہ جن کی آواز سے پرنسس نے بھی ذراسی گردن پھیر کر دیکھا۔ ہماری سماعت میں آیا ہے کہ فارسنیں اور مسلمان اور خاندان کی خاتونوں کو ہمارے طرز کے آداب بجالانے میں بہت بڑا اعتراض تھا۔ اور یہ بات ان لوگوں کو ہضم نہیں ہو سکتی تھی۔ کہ ہم اتنا قرب شہزادی کا حاصل کرسکیں کہ ان کے دستِ عالی کو ہمارا ہاتھ چھو جائے۔ اس لئے جہاں ان کا بس چل سکا وہاں اس وضع کے سلام سے ہم لوگوں کو روکنا چاہا۔ مسس امیر الدین طیب جی بزرگ خاتون ہیں۔ انہوں نے لیڈی جہانگیر کے للکارنے

اور بے طور آداب کرنے پر خیال نہ دیا۔ مگر ہمارے کہنے کی اور دو تین خاتونیں جھکیا گئیں۔ اور اس قدر بے چین ہوئیں کہ وہ لوگ جلدی سے تسلیم بجا لا کے چلی گئیں۔ بے شک ان تمام باتوں کو پرنسس نے ملاحظہ فرمایا۔ غریب آتش پرست ان میں کسی خاص قسم کا سلام تو ہے نہیں۔ اس لئے "ادو رنا" (یعنی جیسی ہمارے یہاں بوڑھی بڑی بلائیں لیتی ہیں اس طرح) نو ایجاد سلام کا نام رکھا۔ خیر ان کی مرضی وہ جو چاہیں سو ایجاد کریں مگر اس میں کیا ضرورت ہے کہ ہم اپنے قدیم پشت ہا پشت سے چلے آئے ہوئے آداب کا طریقہ چھوڑ دیں؟ انتظامی کمیٹی کا سلام ختم ہوا۔ بعد لیڈی جہانگیر نے سبز ریشمی کپڑے پر سنہری دستخط سے انگریزی لکھا ہوا اڈریس شہزادی کو پیش کیا اور بیگم صاحبہ جزیرہ بینظیر لباس اور طرز سے پلیٹ فارم پر تشریف لائیں۔ دُور سے تسلیم بجا لا کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو اپنے طریقے سے چوما اور نہایت عمدہ وضع سے اُردو اڈریس پڑھا۔

بحضور حشمت معمور مہد کبریٰ مخدرہ عظمیٰ عُلیا جناب میری وکٹوریا پرنسس آف ویلز اے۔ سی۔ آئی۔ دی دامت حشمتہا۔ اس وسیع ملک ہندوستان میں حضور عالیہ کی مبارک تشریف آوری کے موقع پر جس کا انتظار ہم بکمال اشتیاق کے ساتھ کر رہے تھے۔ اور جو اس ملک کی تاریخ میں ایک مہتم بالشان واقع گنا جائے گا۔ ہم اس شہر کی تمام قوموں کی خاتونیں اپنی خوش قسمتی اور امتیاز کو

قابلِ فخر تصوّر کرکے اپنی اور اپنی بہنوں کی طرف سے جو اس شہر بمبئی میں مقیم ہیں بکمال احترام و صدق و خلوص حضور عالیہ کا خیر مقدم کرنے کی اجازت چاہتی ہیں۔ چونکہ شہر بمبئی سلطنت برطانیہ کے اس عظیم الشان اور وسیع ملک کا ایک خاص دروازہ ہے۔ اس لئے غالباً ہمارا یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ حضور عالیہ کی تشریف آوری پر ہمارے ہزارہا ہزار مخلصانہ خیر مقدم ادا کرنے میں ہمارے ملک کی تمام خاتونیں ہماری میزبان اور ہم خیال ہیں۔ ان واقعات میں جن سے بمبئی کی تاریخ مزّین ہے۔ اور جو دولت برطانیہ کے عہد حکومت میں اس شہر کی ترقی اور تمدن آبادی اور آسودگی کا نشان دے رہے ہیں سب سے بڑا واقع جو ہندوستان کے لوگوں کے دلوں پر نقش ہے۔ اور جس کی یاد نہایت خوشی کے ساتھ کی جاتی ہے۔ آج سے تیس سال پہلے بزمانہ شہزادگی ہمارے صلح پسند شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کی تشریف آوری ہے۔ اس عظیم الشان واقعہ کا مفید اثر ہمارے موجودہ شہزادہ ویلز کی تشریف آوری سے دوچند ہوگیا ہے۔ خصوصاً اس لئے کہ حضور عالیہ بھی ساتھ ساتھ رونق افروز ہیں اور حضور عالیہ کی ہمراہی نے اس شاہی سفر کو غیر معمولی فروغ بخشا اور اس واقعہ کو تاریخی حیثیت سے بے مثل بنا دیا۔ بلکہ اس قدیم سرزمین ہند کے لئے حضور عالیہ کی تشریف آوری فالِ نیک کی باعث ہوئی۔

آخر میں ہم نہایت ہی صدق دل سے فیاضِ ازل کی جناب میں ملتمس

ہیں کہ وہ حضور عالیہ اور حضور عالیہ کی نسل کو طویل عمر کمال صحت۔ اور ابدی شادمانی عطا فرمائے۔ اور وہ اپنے فضل سے آپ کے تمام مقاصد اور تمنائیں جو شاہی خاندان کی بہبودی اور انگلستان کی زندگی سے وابستہ ہیں بر لائے۔ آمین

اس کے بعد لیڈی بھالچندرا آئیں۔ اور مرہٹی زبان میں بہت ہی صاف اور بلند آواز سے اڈرس پڑھا۔ بعد لیڈی جمشید جی نے اپنی لڑکی کی مدد سے گجراتی میں اس کام کو انجام دیا۔ کیونکہ وہ ضعیف العمر ہیں۔ نیک مزاج شہزادی نے بھی چند کلام کہہ کر سب کے دل خوش کئے۔ ادرس کے خاتمے پر انتظامی کمیٹی کی دورویہ نشست کے درمیان بارہ ہندو لڑکیاں فاخرہ رنگین لباس اور زیور میں معمور چھوٹی چھوٹی چاندی کی گھڑیاں ہاتھ میں تھامے ہوئے ٹھوکریں مارتی ہوئی آئیں ٹھوکر کے ساتھ پازیب کی آواز اور گائن بہت ہی بھلا اور پیارا معلوم ہوتا تھا۔ اِن کی بغیر بناوٹ کی سجاوٹ بہت ہی دلکش اور دل پسند تھی۔ چار پانچ دقیقے اپنا ٹھاٹھ دکھا۔ گائن سنا کے اسی طرز سے چلی گئیں۔

پھر اسی جگہ زرین فرش بچھایا گیا۔ جس پر مس عطیہ ایچ فیضی۔ مس شریف اے ایس طیب علی۔ مس موچولشاہ۔ مس زین العابدین۔ جناب محمد یوسف صاحب کی دو صاحبزادیاں۔ مس منیرہ این طیب علی۔ مس حنیفہ بی طیب علی۔ مس صفیہ بی طیب علی اور مس فرحت النساء ام عبد العلی تسلیم بجالا کے ہلال یعنی نصف دائرہ

کی شکل میں بیٹھیں مس شریفہ بین بجاتی تھیں۔ اور مس عطیہ اپنے ایجاد کئے ہوئے بے مثل راگ کو حافظ کی اسی غزل پر ؎

اے قبائے پادشاہی راست بر بالائے تو — تاج شاہی را فروغ از گوہر والائے تو
آفتاب صبح را ہر دم فروغے میدہد — از کلاہ خسروی رخسار مہ سیمائے تو
حافظا اندر حضرت لاف غلامی میزند — بر امید عفو جان بخش جہاں بخشائے تو

بہت ہی صاف اور بلند آواز سے بالحان گائی تھیں۔ اور یہ تمام صاحبزادیاں پہلے مصرع میں شریک ہو کر ہم آواز ہو جاتی تھیں۔ ان کے لباس اور ان کے تراشیدہ اور تہذیب یافتہ طرز اور اطوار تحسین اور آفرین کے قابل بغیر شک کے تھے۔ تمام مجلس شوق و ذوق کی نگاہ سے دیکھ رہی تھی۔ خاصکر کے شہزادی نے بہت ہی پسند فرمایا۔

شاید ہندوستانی بہنیں پڑھ کے حیران رہ جائیں گی کہ ہے ہے شریف زادیاں اور بر سر مجلس گائیں۔ یہ کیسی انوکھی اور معیوب بات! اس کا جواب صرف اتنا ہے۔ کہ بمبئی میں بہت زیادہ آزاد اور کشادہ خیال لوگوں کی بستی ہے۔ اس لئے وہاں اس طرح گانا کوئی حیرت انگیز بات نہیں یقین ہے وہ آپ اگر سن پائیں تو ہزاروں دعائیں دیں۔

۵-۶ دقیقوں میں ہلال اژدہام کے ابر میں چھپ گیا لیکن سب کے دلوں پر کم و بیش اثر کر گیا۔

بعد ہندوئی دیوا رکھا گیا۔ جس کے اطراف میں آٹھ فارسی بچیاں اور ان کے اطراف میں بڑی لڑکیاں گاتی ہوئی گربا کھیلنے لگیں۔ بچیوں کا "اودرنا" بہت اچھا معلوم ہوتا تھا۔ اور پرنس کے چہرے پر حظ نمودار تھا۔

چند دقیقوں میں یہ بھی ختم ہو گیا۔ اور لیڈی جہانگیر البم لائیں جس پر شماراً تین ہزار روپیے صرف ہوئے تھے شہزادی کو پیش کیا۔ اس البم کو سلطنت برطانیہ کی نشانیوں اور ہندو مسلمان اور فارسیوں کی خاص نشانیوں سے مزیّن کیا تھا۔ ۴ - ۵ زبانوں میں اڈرس لکھا ہوا۔ اور تقریباً چودہ۱۴ تصویریں تھیں جن میں دو تین فارسنوں کی تین مختلف مسلمان خاتونوں کی۔ اور باقی مختلف قوم کی ہندوانیوں کی تصویریں۔ اور پشت چاندی کی۔ کہ جس پر عمدہ کاریگری کا نمونہ تھا۔ حقیقت میں یہ عجائب خیال خاص زیادہ شیریں بائی خورشید جی کا تھا۔ پھر مسس علی اکبر ایک کشتی میں کافی اور کیک شہزادی کے پاس لے گئیں۔ انہوں نے تھوڑا اٹھایا اور پیا۔ لیکن یہ بات ان کو بے چین کرتی تھی کہ ایک بی بی کشتی لے کر کھڑی رہے۔ جب تک وہ نوش فرمائیں۔ بعد مسس فریدوں جی ملیٹ لیمونیڈ لائیں۔ وہ بھی تھوڑا سا پیا۔ مسس سیرورالائچی۔ ڈلی وغیرہ ورق چڑھے ہوئے ایک خوان میں لائیں اس کو تو صرف ہاتھ لگایا۔

سب سے اخیر لیڈی جہانگیر مسس نور محمد کو پرنس کے پاس لائیں

اور یہ سمجھایا کہ تین لاکھ روپیہ جو ان کے والد کریم بھائی سیٹھ نے عجائب خانے کے لئے دیئے ہیں اس میں آدھی رقم ان مسز نور محمد نے دی ہے۔ پرنسس نے مہربانی کے طریقے سے ہاتھ ملایا۔ اور اُٹھیں آہستہ آہستہ دونوں طرف سلام لیتی ہوئی روانہ ہوگئیں۔ مہینوں کی کوشش کا انجام اس کامیابی سے ہوا۔

میں اتنا لکھنے کے سوا رہ نہیں سکتی کہ ان تمام کامیابیوں کی اصل اور بنیاد شیریں بائی خورشید جی ہیں۔ اگر یہ بی بی اس کام میں حصہ نہیں لیتیں۔ تو کبھی تین قومیں ایک ہوکر نہ چلتیں۔ خدا اجر دیوے عجیب بے مثل خاتون ہیں۔ بڑی بات بے غرضی اور بے تعصبی مان ملا تو اچھا نہ ملا تو بھی شکایت نہیں۔ ہر حال میں خوش اور راضی۔ اس روز کل کارروائی میں لیڈی جہانگیر دکھائی دیتی تھیں۔ لیکن یہ غریب جو اصل کرنے والی وہ الگ بیٹھی ہوئی تھیں۔ خدا جانے شہزادی کو معلوم بھی ہوا یا نہیں کہ میں ان کی ہی جانفشانی کا نتیجہ دیکھ رہی ہوں۔

ایک عیسائی شادی

ڈاکٹر روزاریو بہت ہی اچھے عالی خاندان شخص ہیں۔ اُن کا اصل وطن گوداہے، مگر تمام عمر انہوں نے بمبئی میں صرف کی، اور یہاں اپنے وقت میں وہ نامی ڈاکٹر تھے۔ اب تک بھی آغا خاں کے گھرانے سے اُن کو بڑا تعلق ہے۔ اُن کی بی بی، اور لڑکیوں سے خاص ہم لوگوں کا ملنا جلنا اور ربط رہا ہے۔ اُن کی بڑی صاحب زادی مس انجیلا کا گیارہ جنوری کو صبح کے وقت عقد ہو گیا۔ یہ صاحب زادی پختہ سن کی ہیں، اور اپنے والدین کے مکان میں گھر بھر کی مقرب اور اُن لوگوں کی ضعیفی کا سہارا تھیں لیکن بھولے سے بھی اُن کو یہ خیال نہ گذرتا تھا، کہ ہئے ہے پہاڑ سی لڑکی کیا نصیبوں جلی ہے کہی گھر اُس کا ٹھکانا ہوتا ہی نہیں۔ مارے طعنے مہنے کے لڑکی کا دم اُکھاڑ ڈالنا اُن کے ہاں جائز نہیں۔ خیر ہم لوگوں کی بھی دعوت تھی، اور پردے کا انتظام تھا۔ اس لئے ہم بھی اس موقع پر شریک ہوئے۔ گرجے میں بھی پردہ کا بندوبست تھا لیکن افسوس کہ ہم دیر سے پہنچے، اس لئے عقد کے متعلق کارروائی نہ دیکھ سکے۔ مگر بہرحال ڈاکٹر روزاریو کے ہاں گئے۔ سب مہمان گرجا سے وہیں جمع ہونے والے تھے، اور باقی کی رسمیں جو برائے نام تھیں،

وہاں ہی ہونے والی تھیں۔ بہت ہی بڑا شامیانہ اُن کے باغ کے احاطے کے ایک طرف نصب کیا تھا، اور اُس کی پشت پر پردے کا انتظام تھا، جہاں سے ہم نے سب کچھ بہت ہی خوبی سے دیکھا۔ آغا خاں کے خاندان کی بیگمیں موجود تھیں کہنبایت کی بیگم صاحبہ اور اُن کی صاحبزادیاں بھی تشریف رکھتی تھیں سب مہمان گرجا سے لوٹ کر اس سجے ہوئے شامیانے میں رونق افروز ہوئے۔ ذرا دیر بعد دُولہا دُلہن بڑی تمکنت سے چپ گاڑی میں واپس آئے، اور رونق افزائے مجلس ہوئے۔ ان لوگوں میں دُلہن کا لباس عمدہ سفید ہوتا ہے، جس پر جا بجا مصنوعی نارنگی کے پھول اور پتے ٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔ بالوں میں بھی انہیں پھولوں کو سجاتے ہیں، اور ایک مہین سفید نقاب ڈالے لیتے ہیں۔ اس لباس کی ٹرین خاصی دو ڈھائی وار لمبی ہوتی ہے، جس کو اکثر اُٹھانے کے لئے کسی کو معین کرتے ہیں۔ بہت ہی تھوڑا زیور پہنتے ہیں۔ اس آرائش سے صورت بہت ہی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ دُولہا سیاہ لباس میں صرف ایک چھوٹا سا طُرّہ اُنہیں نارنگی کے پھولوں کا بائیں طرف دل کے قریب پن سے اٹکایا ہوا دُلہن کے ہاتھ میں ہاتھ دئے مبارک بادیوں کو بخندہ پیشانی لیتا ہوا موجود ہوا۔ مبارک سلامت کا شور ذرا کم ہوا، تب دُلہن نے اُس بڑے کیک کو کاٹا، جو خاص اسی موقع کے لئے بنوایا گیا تھا وہ بہت ہی خوبصورت اور ہنرمندی کا

کا نمونہ تھا۔ ان میں دستور ہے، کہ دلہن ہی پہلے کاٹتی ہے۔ بعد اور کوئی
کرتا ہے۔ سب مہمانوں کا منہ اسی کیک سے میٹھا کیا گیا۔ دلہن پردے
میں ہمارے پاس آئی حقیقت میں بہت ہی پیارا چہرہ معلوم ہوتا تھا ہم
سب کو بہت شوق ناچ دیکھنے کا تھا۔ اس لئے دلہن نے وعدہ کیا، کہ ہم
آپ لوگوں کو ابھی تھوڑا سا ناچ کے دکھائیں گے، کیونکہ اکثر بیاہ کی شب کو
ان لوگوں میں ناچنے کا رواج ہے اس وعدے سے دلہن باہر گئی، اور ہم
منتظر رہے۔ ان دونوں کی صحت اور عافیتی کے جام پیئے گئے۔ اس کے
بعد کل مہمانوں میں قسم قسم کی مٹھائی، طرح طرح کے بوز وغیرہ تقسیم ہوئے۔ اس
بات سے فراغت کر کے ہماری خاطر دس بارہ جوڑوں نے ناچ کر کے دکھایا۔
دولہا دلہن بھی شریک تھے، اور اس کے ساتھ تال اور سم رکھنے کے لئے
پیانو باجا بجتا تھا بہت ہی اچھا نظارہ تھا۔ آہستہ آہستہ مہمانوں نے وداع ہونا
شروع کیا، اور جب میدان صاف ہوا، تو ہم کو دولہا دلہن کے دوست اور
رشتہ داروں کے سب ہدیئے دکھائے۔ ماشاء اللہ آنکھیں روشن ہو گئیں۔
ڈھائی تین ہزار کے تخمیناً معلوم ہوتے تھے، بلکہ زیادہ ہوں، تو عجب
نہیں۔ پرانی عمدہ چینی کے پیالے اور تشتریاں، چاندی کی مختلف ضروریات
کی چیزیں، جواہرات کی بھی تھوڑی اشیاء، مطلب یہ کہ میز کی اور خاص اپنے
کام کی اور گول کمرے کی مختلف چیزیں۔ سب بہت ہی کار آمد محفوظ ہو کر

واپس آگئے۔

ان میں دستور ہے، کہ بیاہ کے بعد دُولہا دُلہن کم از کم دو روز کے لئے کہیں سیر کو فوراً جاتے ہیں۔ اسی موافق بارہ ١٢ تاریخ کو ہفتہ عشرہ کے لئے بنگلور گئے۔ فقط

سیر بلگام

۲۹ جون کو ہم لوگ بمبئی سے بلگام کے لئے روانہ ہوئے۔ پونا میں کسی قدر ٹھیر کر تیس کی صبح کو منزلِ مقصود پر پہنچ گئے۔ بڑے بھائی صاحب کے مکان میں اتنے روز قیام رہا۔ یہ مکان قلعے کے درمیان کشادہ اور باسلیقہ سجا ہوا ہے۔ بلگام کوہ ماتھران سے کسی قدر زیادہ بلند ہے۔ مختلف گل خودرو سے بھرے ہوئے سرسبز میدان ہیں جن کے درمیان صاف پختہ سرخ سڑکیں رونق دار معلوم ہوتی تھیں۔ اور کبھی کبھی جب ابرِ رحمت آکر آب پاشی کرتا تھا تو یہ خیال گذرتا تھا کہ گویا ایک دُلہن نکھر کر سرخ سبز لباس پہنے اپنے میکے سے وداع ہونے کے غم میں اشکبار ہو رہی ہے۔ اکثر اوقات بارش بالکل بغیر ہوا کے ہوتی ہے۔ بعضے حصوں میں امرائی بہت ہی قرینے سے اُگی ہوئی ہے جن کی تراش خراش اس خوبی سے کی ہے کہ درخت بہت ہی ڈول دار اور خوبصورت دکھائی دیتے ہیں۔ ہوا خنک اور دل پسند ہرا بھرا جنگل آنکھوں کو بھلا معلوم ہوتا تھا۔ ہم چادر شف (یعنی برقع) پہن کر کوسوں پیدل سیر کرتے تھے۔ کہیں کہیں اکّا دُکّا کوئی محنتی نظر آیا تو آیا ورنہ کوئی نہیں۔ چونکہ یہ خاص لشکری مقام ہے۔ یہی لوگ بہت ہیں۔ اور جو

آسودہ حال ہیں وہ اکثر کر کے انگریز جو سرکاری عہدوں پر ممتاز ہیں۔ اور ان ہی لوگوں کے ہونے سے ہر قسم کی اشیاء بہم پہنچ سکتی ہیں۔ خاص وہاں کی ساخت چاندی کی تشتریاں عطردان وغیرہ اور ساڑھی کی قسم عمدہ عمدہ بُنی جاتی ہے۔ اس بات کے لئے خاصتاً شاہ پور نامی گاؤں شہر کے متصل مشہور ہے۔

کہتے ہیں کہ اس شہر کی ہوا میں یورپ کا اثر ہے اور اس لئے انگریز بہت پسند کرتے ہیں سُنتی ہوں کہ یہ شہر تمام برس کم و بیش اور جگہوں کی نسبت خنک رہتا ہے۔ ایک جگہ پارٹی ہوئی اور کئی انگریزنوں سے ملاقات ہوئی بارہ[۱۲] جولائی کو تفرج کے لئے دھوپڈال گئے۔ اس مقام پر دو گھنٹے ریل میں چل کر پہنچتے ہیں۔ یہ جگہ بڑی خوش نما ہے۔ مگر بلگام سے گرم۔ یہاں ایک بہت بڑی ندی بہتی ہے جس پر بند باندھا ہوا ہے۔ بارش کم ہونے سے چادر خوبی سے نہیں گرتی تھی۔ یہاں بہت ہی آرام کی سرکاری کوٹھی بنی ہوئی ہے جس میں ہم ٹھیرے۔ شام کو گولماک فال[۱] مشاہدہ کرنے کے لئے ساڑھے تین چار میل ٹم ٹم کی سواری میں گئے۔ گولماک فال اسی ندی کا سلسلہ ہے جو دھوپڈال میں دکھائی دی۔ جہاں فال زوادی میں گرتے ہیں اس کے قریب ایک بہت بڑا ڈوریوں کا جھولتا پُل بنایا ہے اس

---

[۱] فال آبشار کو کہتے ہیں جہاں پانی بلندی پر سے زور شور کے ساتھ گرتا ہے۔

پار ہونے کے لئے۔ اس پر سے گزرتے وقت ذرا بے چینی معلوم ہوتی ہے
گو دریا کا بہاؤ بڑی عجیب سے نظر آتا ہے۔ خاصتاً درمیانی حصے پر ٹھیر کر پانی
کا شور سننا اور سرعت کا بہاؤ دیکھنا کیفیت سے خالی نہیں۔ گذرتے وقت
اگر اس پر بھاری قدموں سے چلتے ہیں تو تمام پُل جنبش میں آجاتا ہے۔ اور
اس وقت دل دھڑکتا ہے۔ اس پار ہوکر ہم لوگوں نے جین مندر دیکھے
جو پرانے وقت کے بنے ہوئے تھے۔ ان مندروں کا ڈول اور ساخت
اور ہندوانی مندروں سے نرالی ہے۔

آگے بڑھ کے ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں سے خدا کی قدرت کا
ایک اور تماشا دیکھا جو بہت ہی عجیب غریب ہے۔ ہم تو بہت آرام سے
چوٹی پر پہنچے۔ مگر میرا خاص خیال ہے کہ تھوڑی بہت اگر تکلیف بھی ہوتی ہو
تو بھی زحمت اُٹھا کے دیکھنے کے لائق مقام ہے۔ یہ بڑے فالز ایک سو اسّی
فیٹ کی بلندی سے گر کر وادی میں بہ جاتے ہیں۔ مقابل کے پہاڑ جو پتھریلے
ہیں ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ گویا کسی نے چھیل ڈالے ہوں۔ یا گھس کر
کسی طرح کی آزمایش کی ہو۔ اور چونکہ اُس طرف ایک دو مندر ہیں بس اِن
کے ساتھ مقابلہ کرنے سے گمان غالب ہوتا ہے کہ یہ جین مندر ہی ہیں جب
میں نے متعجب ہو کر صرف اس قدر پوچھا کہ سامنے کے پہاڑ ایسے کیوں دکھائی
دیتے ہیں۔ تو اس کا یہ جواب پایا کہ تلاشیوں نے اس بات کو دریافت کرکے

قایم کیا ہے کہ یہ ندی قدیم زمانے میں تین سو فیٹ آگے بڑھ کے بہتی تھی۔ مگر امتدادِ زمانہ سے پتھر گھس گھس کر تمام پہاڑ گھس گئے۔ اور اب اس قدر ہٹ کے بہتی ہے جس کی وجہ سے پہاڑوں کی صورت میں یہ نئی بات پیدا ہوئی ہے سچ ہے کہ بعضے حصے ایسے ہی ہیں کہ تشریح کے بعد بھی دھوکا دیتے ہیں۔ اور عقل حیران ہے کہ زمانے نے کونسی حد تک ہیئت کو بدل ڈالا۔

ایسا بڑا پانی کا بہاؤ دیکھ کر ایک انگریزی کمپنی کا دل ہوا کہ پانی کے زور سے کلیں چلائے۔ اور اس خیال پر گرنی کی بنا ڈالی۔ اور بہت ہی کامیابی سے اب اس گرنی میں سوت بنتا ہے۔ اور خاصہ سات سو آدمیوں کا شہر بس گیا کسی کسی مقام پر نل آب رسانی کے لئے بنائے ہیں۔ اور اسی کے زور سے بعض جگہوں پر بجلی کی روشنی ہے۔ افسوس کہ وقت کی کمی سے پھر کر پورا پورا نہ دیکھ سکے۔ دونوں وقت ملتے دھونڈال واپس آئے۔ اور شب باش ہو کر سویرے ریل میں سوار ہوئے۔ اور تقریباً گیارہ بجے ملگام پہنچے۔ دو چار روز اور ٹھیر کر صحیح سلامت وطن کو آ گئے بہت ہی خوشی اور سیر میں اتنے روز گذر گئے۔ بس قلق تھا سو یہی کہ بھابھی جان بسبب علالت کے ہمارے ساتھ شریک نہ ہو سکیں اس لئے ان کی زندہ دلی اور پر مذاق شوقین طبیعت کا حظ ہم بہت کم اٹھا سکے دعا ہے کہ وہ جلد صحت مند ہو جائیں۔ آمین۔

طرح پھر نہ کہنا

امریکا کے کسی شہر میں ایک کسان ایک شام کو اپنے دروازے کے قریب کھڑا تھا جبکہ ایک تھکا ماندہ انڈین آیا۔ اور کھانے کے لئے کچھ مانگا۔ کسان نے بہت ہی ترشی سے کہا کہ تیرے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ تب اس غریب بھوکے انڈین نے کہا۔ تھوڑا سا سوکھا ٹکڑا روٹی کا ہی مل جائے تو اس سے میرا گزارہ ہو جائے گا۔ لیکن بے رحم کسان نے اس کا جواب بھی نفی میں دیا۔ آخر کار اس نے بہت عاجزی سے پانی مانگا۔ کسان نے پھر بھی سختی سے کہا۔ کہ چل ہٹ انڈین کُتّے۔ تیرے لئے یہاں کچھ بھی نہیں۔ اس تلخ جواب کے بعد غریب انڈین نے ناامیدی بھری نگاہ کسان پر تھوڑی دیر جمائی۔ اور آہ سرد بھر کر چلا گیا۔

کچھ عرصے کے بعد وہی کسان شکار کی جستجو میں اپنا راستہ بھول گیا۔ اور بہت دیر تک بھٹکتا پھرا۔ آخر کار ایک انڈین کا جھونپڑا اسے دور سے نظر آیا۔ وہ اس طرف گیا۔ اور وہاں جا کر اپنے راستے کے متعلق دریافت کیا۔

انڈین نے جواب دیا۔ کہ جہاں تم جانا چاہتے ہو وہ جگہ دور ہے۔ اور آفتاب بہت جلد غروب ہوا چاہتا ہے اس واسطے رات تک تم وہاں نہیں پہنچ

سکو گے۔ اور اگر جنگل میں دیر ہوگئی۔ تو بھیڑیے پھاڑ کھائیں گے۔ لیکن اگر تمہارا دل چاہے۔ تو غریب خانے پر میرے ساتھ ٹھیرو۔ وہ کسان اس خلیق اور رحم دل انڈین کے ساتھ رات بھر ٹھیرنے کے لئے خوشی سے راضی ہوگیا۔ اور جھونپڑے میں گیا انڈین نے تھوڑا سا ہرن کا گوشت اس کے لئے پکایا۔ اور بکریوں کا تازہ دودھ دوھ کر پلایا۔ کسان نے بڑے شوق سے سب کچھ کھایا پیا۔ سونے کے لئے ہرن کے چمڑے بچھا دیئے جس سے خاصہ بستر موجود ہوگیا۔ اس پر وہ تھکا ماندہ کسان لیٹ کر سو رہا۔ سویرے انڈین نے کسان کو جگایا اور کہا کہ آفتاب نکل چکا ہے۔ اور جس جگہ تم پہنچنا چاہتے ہو وہ دور جگہ ہے۔ جانا ہے تو جلدی کرو میں تمہاری رہنمائی کر سکتا ہوں۔

یہ کہکر انڈین اپنے ہاتھ میں بندوق تھام آگے بڑھا۔ اور کسان اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا کئی میل راستہ طے کر چکے۔ تب انڈین نے اس سے کہا۔ کہ منزل مقصود یہاں سے کوئی دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ اب میری رہنمائی کی تمہیں کوئی ضرورت نہیں۔ یہ کہہ کے ٹھیر گیا۔ اور کسان سے مخاطب ہو کر کہا۔ کیا تم نے مجھے پہچانا ؟ کسان شرمندہ صورت نظر آیا۔ اور کہا کہ ہاں میں نے تم کو دیکھا ہے۔ انڈین نے جواب دیا۔ کہ بے شک تم نے مجھے اپنے دروازے پر دیکھا ہے۔ اور اب جدائی کے وقت میں ہمت کر کے تھوڑی سی بات مشورہ کے طور پر تم سے کہتا ہوں جب کہ ایک غریب بھوکا پیاسا تھکا ماندہ انڈین پھر کبھی تم سے کوئی چیز کھانے پینے

کے لئے مانگے۔ تو اس سے اس طرح نہ کہنا۔ کہ چل ہٹ انڈین کتے۔
اس طرح ایک غریب جنگلی نے سفید آدمی کو سبق سکھایا۔ جو کبھی عمر بھر نہ بھولا۔

صابون کے ٹکڑوں کا بہتر طریقہ استعمال

ہر گھر میں صابون کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوئے ٹکڑے ہوتے ہیں جنھیں تصرف میں نہیں لا سکتے۔ بلکہ رائیگاں پھینک دئے جاتے ہیں ان ٹکڑوں کو ایک ڈبے میں جمع کرکے رکھنا چاہیئے جب آدھ سیر یا پاؤ سیر جمع ہو جائیں تو جو ٹکڑوں کا وزن ہو ان سے آدھا وزن جو کا آٹا لینا چاہیئے اور ایک برتن میں صابون کے ٹکڑوں کو ذرا سے پانی میں گھولا جائے یہاں تک کہ ٹکڑے بالکل پگھل جائیں۔ بعدہٗ جو کا آٹا اس میں ملا کر یہاں تک گھولا جائے۔ کہ وہ خوب گاڑھا ہو جائے۔
پھر اس کو ایک لکڑی کے تختے پر پھیلا کر سوکھا لیا جائے اور چھری سے ٹکڑے کاٹ کر کسی بکس میں بھر دینا چاہیئے یا استعمال کئے جائیں۔ اس طرح کرنے میں وہ ٹکڑے بیکار نہیں جاتے۔ اور ہاتھ کی جلد کے لئے بھی بہت ہی اچھے ہوتے ہیں اور ملائم رکھتے ہیں۔

ایک خاتون عزیز کی دائمی جدائی

جی چاہتا ہے پوچھوں زمین سے کہ اے لئیم تو نے دہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کئے۔

کل کوئی بارہ بجے دردانگیز اور دل خراش تار مجھے وصول ہوا جس کے مضمون سے اس قدر صدمہ پہنچا۔ کہ جس کا بیان میرا قلم نہیں کر سکتا ہے۔ عزیز بہن صاحبہ عرصہ سے علیل چلی جا رہی تھیں۔ کہ جس وجہ سے ایک شدید خوف لاحق تھا۔ مگر سب دعائے دلی کر رہے تھے۔ کہ اللہ انہیں روبہ صحت کر دے۔ لیکن جس وقت یہ خبر میرے پاس آئی۔ کہ اب خوراک کم اور روز کم ہو رہی ہے۔ اسی لحظہ سے بیقراری اور انتشار نے گھر کر لیا۔ اور ہر خط اور ہر تار کے آنے پر پہلے ہی بدظنی ہو جاتی تھی۔ اور بعد میں بڑے تردد سے کھولتی تھی۔ کیونکہ موصوف بہن صاحبہ سے مجھے ایک خاص محبت تھی اسی آرزو میں دو سال گذرے۔ صرف ان کی ملاقات کی غرض سے میں لاہور گئی تھی۔ اور جس وقت سے اُن سے ملی ہوں۔ ایک ایسا گہرا نقش اُن کی خصایل حمیدہ اور اطوار پسندیدہ کا میرے دل پر کندہ ہو گیا تھا کہ میرا ہی جی جانتا ہے۔

ایک انبار اُن کے عزیز ناموں کا میرے پاس موجود ہے۔ بس اب اس کو دیکھ کے حسرت و افسوس کرنا ہے۔ اُن کی عزیز اور قیمتی جان کو ممکن نہیں ہے۔ کہ تہذیب نسواں میں حظ لینے والی بہنیں تا بزندگی بھول سکیں گی۔ انہوں نے اتحاد

اور محبت کی بنیاد سچے اور مستقل پیمانے پر بذریعہ تہذیب قومی بہنوں میں قائم کی۔ اور اور اڈیٹری کے اہم کام کو کس خوبی سے چلایا۔ واقعی بات یہ ہے۔ کہ وہ مستورات کے لئے مایۂ فخر تھیں۔ اور ان ہی کے سر اولیت کا سہرا رہا۔ وہ تہذیبی بہنوں کو اپنی بہنوں کی طرح سمجھتی تھیں۔ اور ان کی خوشی و غمی میں بدل شریک ہوتی تھیں۔ آہ ان کا دنیا سے اٹھ جانا دل پر غبار ڈال دیتا ہے ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد ٭ روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

میری آرزوئے دلی تھی۔ کہ وہ بمبئی تشریف لائیں۔ اور انہوں نے مجھ سے وعدہ بھی کیا تھا لیکن قومی خدمت نے انہیں مہلت نہ دی۔ اور وہ ہمیشہ یہی تحریر کرتی رہیں۔ کہ ذرا فرصت ہو تو شوق سے آؤں کیونکہ ان کو بھی از بس اشتیاق تھا۔ ہائے وہاں تو وہ فرصت ہی ڈھونڈھتی رہیں لیکن تمام متعلقین کو چھوڑ کر ایک سخت بے تعلق کیوں ہو بیٹھیں۔ اس وقت کچھ سوجھ نہ آئی۔ افسوس! خداوند کریم ان کو غریقِ رحمت کرے۔ اور بہشت بریں میں ان کا مقام ہو۔ جناب مکرم مولوی سید ممتاز علی صاحب کو خدا تعالیٰ صبر عطا کرے۔ اور عزیز برخوردار امتیاز علی کو تسکین بخشے۔ ان کے جمیع عزیزوں سے میرے تمام خاندان کو ہمدردی ہے۔

میں چاہتی ہوں کہ محتاج خانے میں ایک کمرہ خاص ان کی یادگار میں بنایا جائے کہ جس میں وہ اپنا عزیز وقت دل و جان سے صرف کرتی رہیں۔ وہ ہمیشہ محتاجوں

کی حاجتوں کو پورا کرنے کی کوشش کرتی تھیں۔ اور وہ یہی چاہتی تھیں۔ کہ آپ آدھا کھائیں اور آدھا حصہ محتاج عورتوں کو دے دیں۔ اس بارہ میں وہ بڑی ہمدردی سے ہمیشہ تحریر کرتی تھیں۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ محتاج خانے میں ایک اعلیٰ درجہ کا کمرہ بنایا جائے۔ یا کوئی چیز اسی محتاج خانے میں ایسی قایم کی جائے جو ہمیشہ کے لئے اُن کے نام سے یادگار قایم رہے اور فیض پہنچتا رہے۔ بہرحال اس مد میں دس روپیہ چندہ روانہ کرتی ہوں۔ میری والدہ صاحبہ محترمہ پندرہ روپیہ اس یادگار کے لئے بھیجتی ہیں اور ہمشیرہ نواب بیگم صاحبہ پچیس روپے ارسال کرتی ہیں اور چھوٹی ہمشیرہ عطیہ فیضی پانچ روپیہ۔ اس خط کے ساتھ انشاء اللہ پچپن روپے آپ کو وصول ہو جائیں گے۔ تمام تہذیبی بہنوں سے ملتجی ہوں کہ ہماری بہی خواہ اور ہر دل عزیز مشفقہ کے لئے یادگار قایم کرنے میں بدل کوشاں ہوں اور جس کو خدا جو توفیق دے اس راہ میں دل سے دیں۔ تاکہ جیسے انہوں نے ہماری قوم کے لئے جس محبت سے اپنے پر محنت گوارا فرمائی تھی اس کا حقیر ثبوت سمجھا جائے۔

ایک اجنبی مسافر

کسی امیر کبیر نے ایک لیڈی کو اپنے پوتے نواسوں کی نگرانی اور تربیت کے لئے ملازم رکھا۔ یہ بی بی کسی اور شہر میں تھیں۔ اور اب اپنا کام اُٹھانے کے لئے انھیں ان امیر صاحب کے ہاں جانا تھا۔ وہ ریل میں سوار ہوئیں۔ راہ میں گاڑی ایک اسٹیشن پر ٹھیری۔ اور وہ ریل سے اُتر کر کچھ کھانے پینے کے لئے ایک کمرے میں گئیں۔ اسی کمرے میں ایک اور مسافر سن رسیدہ بھی کچھ کھانے پینے کی غرض سے آن بیٹھے۔ یہ بی بی ان کو دیکھکر برہم ہوگئیں۔ اور فوراً اپنی چوکی سے اُٹھیں گھنٹی بجائی خانساماں حاضر ہوا۔ مس صاحب نے خانساماں سے کہا۔ کہ خانساماں یہاں ایک اور اجنبی مسافر آگیا ہے۔ میں ان کے ساتھ کچھ کھانا پینا پسند نہیں کرتی۔

اجنبی مسافر نے جو کوئی رئیس معلوم ہوتے تھے یہ سُن کر نہایت متانت سے کہا۔ کہ بی بی معاف کیجئے میں دوسرے کمرے میں چلا جاتا ہوں۔ یہ کہا اور وہ اسی وقت دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ جب کھانے پینے سے فراغت ہوئی۔ اور گاڑی چھوٹنے میں چند منٹ رہ گئے۔ تو سب مسافر سوار ہونے لگے۔ یہ بی بی اور وہ رئیس صاحب بھی اپنی اپنی گاڑی میں جا بیٹھے۔ ریل چلی۔ اور اپنے وقت مقررہ پر اس اسٹیشن پر پہنچی۔ جس پر ان مس صاحبہ کو اُترنا تھا۔ معلوم ہوا کہ وہ رئیس صاحب بھی اسی

اسٹیشن پر اترنے والے ہیں۔ اور ایک اچھا خاصہ مجمع ان کے استقبال کے لئے حاضر تھا۔ سب لوگ اُن کی خدمت کو مستعد کھڑے تھے۔ اور نوکر چاکر تو ہمہ تن انھیں کے اسباب وغیرہ سنبھالنے میں مشغول نظر آتے تھے۔ ان مس صاحبہ نے چاہا کہ قلیوں میں سے بعض کو اپنی طرف متوجہ کر کے اپنا اسباب وغیرہ اُتروائے۔ مگر کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ چند منٹ کے بعد ان بی بی کو بخوبی معلوم ہو گیا۔ کہ یہ رئیس صاحب کون تھے؟ وہی صاحب تھے جن کے بچوں کی خدمت کے لئے وہ بلائی گئی تھیں۔ یہ معلوم ہوتے ہی وہ گھبرا گئی۔ اور افسوس کرنے لگی۔ کہ میں نے کھانے کے کمرے میں ان صاحب کو حقارت کی نظر سے کیوں دیکھا؟ میرے اس برتاؤ سے ان کے دل پر کیا اثر ہوا ہوگا۔ یقیناً میری نسبت اِن کی رائے اچھی نہ رہی ہوگی۔ میں نے بہت گستاخی کی۔ غرض طرح طرح کے خیال اس کے دل کو بے چین کرنے لگے۔ اور وہ اِس اُدھیڑبن میں پڑ گئی۔ کہ میں اب اپنے آپ کو اِن کے سامنے کس طرح ظاہر کروں۔

آخر جب وہ بہت لیس و پیش کے بعد ان امیر کبیر کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ تو امیر نے اُسے گہری نظر سے دیکھا۔ اور پہچانا کہ یہ وہی لڑکی ہے جو کل مسافرخانے میں میرے ساتھ بے رخی سے پیش آئی تھی۔ یہ امیر بہت نیک مزاج تھا۔ اس نے بہت مناسب اور موثر الفاظ میں اِس لڑکی کو اس کے ناموزوں سلوک پر نادم کیا۔ اور کہا کہ افسوس میں اس وقت تک اپنے ننھے بچوں کو تمہارے ہاتھ میں نہیں

دے سکتا۔ جب تک تم اپنی اس غلطی کو اچھی طرح نہ سمجھو۔ میں نہیں چاہتا۔ کہ میرے ننھے بچوں کے نرم کنول سے دلوں میں دوسروں کی حقارت یا بُرائی کا کوئی خیال پیدا ہو۔ بچوں کے پاس انھیں آدمیوں کا رہنا مناسب ہے۔ جو خود نیک اخلاق کا نمونہ ہوں۔

لڑکی اپنی تقصیر کو اچھی طرح سمجھ گئی۔ اور اس قدر نادم ہوئی۔ کہ زندگی بھر کے لئے اسے یہ سبق کافی ہو گیا۔

سمندر کے کنارہ کی سیر

مجھے یاد ہے برسوں پیشتر بمبئی میں موسم گرما کا آغاز بڑی شدت سے ہوا تھا۔ ہر ایک کی زبان سے الاماں اور الحذر رہ رہ کے نکلتا تھا۔ ویسے تکلیف کے وقت جن سے ہو سکا اپنی اپنی سیر گاہوں پر چل دیئے ہم نے بھی بوریا باندھا۔ اور کھیم یالی جا پہنچے۔ یہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ آبادی بھی بہت کم ہے۔ اور اس کے متصل میل ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر لب سمندر ایک خوش نما ہوادار کوٹھی بنی ہوئی ہے۔ جس کا نام والد مرحوم نے کھیم یالی رکھا تھا یالی ترکی زبان میں اس آسائش گاہ کو کہتے ہیں جو لب سمندر واقع ہوتا ہے۔ یہ کوٹھی بہت بڑے باغ کے وسط میں۔ ہزارہا ناریل اور سینکڑوں سرو کے سر بفلک کشیدہ درختوں کے درمیان چھپی ہوئی اپنے دلفریب منظر اور خوش نما انداز کا خوش آیند عالم دکھاتی ہوئی سمندر کو رخ کئے ہوئے کھڑی ہے سرو کی ٹہنیوں کا ہوا سے مل مل کے خوشی سے جھومتے ہوئے دلفریب آواز نکال کے سامعین کے دلوں کو مسرت بخشنا اور ناریل کے خوبصورت پتوں کا سینکڑوں بل کھا کھا کے آواز پیدا کرنا سننے اور دیکھنے والوں کے دلوں کو ابھارتا ہے۔ اس زمانہ میں بڑے شوق سے ہم کنارے کی سیر کرتے تھے اور رنگ برنگ کی کوڑیاں اور سیپ جمع کرتے تھے مگر سیر سے ہرگز سیری نہیں ہوتی تھی۔ اور یہ بے حاصل محنت

کر کر کے خوش ہوتے تھے۔ نہ معلوم کیسی کشش اس لا انتہا خزانے میں ہے جو
سیر کرنے والے رک ہی نہیں سکتے۔ اور اگر کوئی تماشائی دور کھڑے ہو کے چپ
چاپ اس نظارہ کو دیکھتا تو دیکھ سکتا کہ بوڑھے بھی جھکتے ہیں۔ اور سنتے تک کے
سیپ ملنے پر باعث سے باہر ہو جاتے ہیں اور اُن کی باچھیں کھل جاتی ہیں۔ اور
بچے اور جوانوں کا تو اُچھلنا کودنا مینڈکوں کے پھدکنے کو بھلاتا تھا۔

سمندر کی سیر کرتے سے کچھ ذرا سا دل ہٹ گیا تو گانوں کی طرف قدم بڑھایا
وہاں گھانس پھوس کے جھونپڑے بنے ہوئے دکھائی دیتے۔ وہ ایسا وقت تھا
کہ گانوں کے لوگ محنت مزدوری کے لئے گھاٹیوں اور کھیتوں پر گئے ہوئے
تھے۔ ہم لوگ اس موقع کو غنیمت سمجھے اور گانوں کو خوب دیکھا بھالا۔ اکثر بچے
کھیل رہے تھے۔ اور عورتیں جو اپنے گھر کے دھندوں میں لگی ہوئی تھیں وہ وہاں
موجود نظر آئیں ہم یونہی گانوں کے درمیان سیر کرتے ہوئے ہر جھونپڑے کو بغور
دیکھ رہے تھے کہ اتنے میں ایک جھونپڑے کی انگنائی میں ایک صاف ستھری
ہندوانی کو دیکھا کہ چکی پیس رہی ہے۔ اور نیچے سُروں میں گا رہی ہے۔ وہ ہماری
آمد سے بالکل بے خبر تھی اس لئے بہت ہی اطمینان سے ہم نے گانے کو
سُنا۔ بہت ہی خوش شکل تندرست خوش مزاج عورت معلوم ہوتی تھی۔ وہ ساڑھی
باندھے [illegible] ہی کے زیورات پہنے۔ سر کھولے۔ جوڑا باندھے پھول پہنے ہوئے
اپنی دھن میں [illegible] ہی تھی۔ صاف ستھری لپی پتی زمین اُس پر ناریل کے پتوں

کی چٹائی جسے ہاتھوں سے بُنتے ہیں اُسے بچھا کے چکی پیس رہی تھی۔ اور ایک ہاتھ سے چاول چکی کے سوراخ میں ڈالتی جاتی تھی۔ موقعہ دیکھ کر مرغیاں دانہ اُچک لے جاتی تھیں اور بے لباس بچے یہاں وہاں کھیل رہے تھے۔ اس حالت میں اس نے ہم کو دیکھا۔ فوراً چکی روک لی اور کہا۔ "بابائی ہیکرٹے بسا" (یہاں آؤ بیٹھو! اور بیٹھو!) ہم نے کہا نہیں۔ ابھی ہم جاتے ہیں تم چکی پیسو مگر اس نے نہ مانا۔ اور ایک ٹکڑا ناریل کی چٹائی کا بچھا دیا۔ اور نہایت اصرار کیا کہ بیٹھو۔ ہم مجبور ہو گئے اور خاطر شکنی مناسب نہ سمجھی۔ پھر پان لے آئی گلوری ہی دینا چاہا ہم نے عذر کر دیا تھوڑی دیر ٹھہر کر ہم اس غربت کی پتلی اور اس کی تواضع اور مہمان نوازی پر غور کرتے ہوئے واپس آئے۔

غریبی میں امیرانہ دل۔ اس کی مثال جب وقت پیش نظر آتی ہے کچھ عجیب عبرت چھا جاتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اُس مفلس کو گلوری سے خاطر کرنا واقعی سخت گذرا ہو گا۔ کیونکہ وہ پیسے ہی کمانا مشکل ہے مگر خلقی عادت مٹائے سے مٹ نہیں سکتی۔ مہمان نوازوں کو مہمان داری کرنے میں تشفی کے خزانے ایسے دستیاب ہوتے ہیں کہ وہ آپ ایک وقت نہ کھائیں بلا سے نہ کھائیں مگر مہمان داری کرنی ضرور۔ ایسی نیک دل والیاں مخلص دل والیاں واقعی تحسین کے قابل ہیں ایسوں کی کمائی میں بے شک خدا تعالیٰ اپنی برکت نازل کرتا ہے۔

سفرِ بھوپال

ہزہائنس نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ دام اقبالہا والیہ ریاست بھوپال نے مہینوں پیشتر ہمشیرہ عطیہ اور عاجزہ کو دعوت دی تھی اور وجہ یہ تھی کہ حضور وائسرائے اور لیڈی منٹو صاحبہ ۱۰ نومبر کو بھوپال تشریف لے جانے والی تھیں اور اس موقع پر لیڈی موصوف کے ہاتھوں زنانہ کلب کے افتتاح کی رسم ادا ہونے والی تھی جس میں حضور بیگم صاحبہ کا خیال تھا کہ ہم لوگ کچھ مدد دے سکیں گے۔ اسی واسطے اُن کی خواہش تھی کہ پہلی نومبر کو ہم بھوپال پہنچ جائیں۔ اور ان کا ہاتھ بٹائیں۔ چنانچہ ۳۱۔ اکتوبر کو بمبئی سے روانہ ہو کر یکم نومبر کی صبح کو ہم بھوپال پہنچ گئے۔ اسٹیشن پر ہمارے استقبال کے لئے تین عہدہ دار آئے تھے جن کی رہنمائی میں مہمان خانہ تک پہونچے جس مقام پر ہم لوگوں کے ٹھیرنے کا انتظام تھا۔ اُسے عالی منزل کہتے ہیں۔ یہ کمرہ لیڈیز کلب سے ملا ہوا ہے۔ ہر چیز کا عمدہ بندوبست تھا صاف ستھرا کمرہ جس میں ہر طرح کی آسائش کا خیال رکھا گیا تھا۔ اس وجہ سے ہم بہت ہی آرام سے رہے۔ وقتاً فوقتاً الوانِ نعمت کے خوانچے موجود ہوتے اور ہم شکم سیر ہو کر کھاتے۔ سب چیزیں نہایت لذیذ اور پُرتکلف طیار ہوتی تھیں جس سے صاف ظاہر تھا کہ باورچی اپنے فن میں پوری مہارت رکھتا ہے عالی منزل

کمانوں سے بنے ہے اور ہر چار کمان کے درمیان کی چھت ہلکے ہلکے رنگ کے تاش کی سی ہے جن کے گرد آسمانی اور گلابی جھاریں کونوں سے جڑی ہوئی ہیں۔ یہ وضع ہمیں بالکل ہی نئی معلوم ہوئی۔ لیڈیز کلب کا کمرہ بھی اسی طرح کمانوں دار بنا ہوا ہے۔ مگر بہت ہی وسیع ہے اس کے روبرو بہت بڑا برآمدہ ہے جس کے آگے نہایت کشادہ باغ بنا ہوا ہے۔ اور اس سب کو اونچی اونچی دیواروں سے گھیر کر محفوظ کر دیا ہے۔ اس لئے پردہ نشینوں کے واسطے ٹہلنے۔ سیر کرنے اور ہر طرح کے تفریح کے لئے نہایت موزوں ہے۔ ہمارے پہونچنے کے بعد حضور عالیہ نے اپنی طرف سے خبر گیری کے واسطے ایک معتمد کو بھیجا۔ چونکہ اسی شام کو لیڈیز کلب میں مجمع ہونے والا تھا ہمیں معلوم ہوا کہ حضور یہیں تشریف لانے والی ہیں اور ہمارے محل پر جانے کی ضرورت نہیں حسب دستور سابق پانچ بجے شام کو بیگمات جمع ہوئیں۔ کوئی آبی۔ کوئی گلابی۔ کوئی دھانی۔ کوئی آسمانی۔ کوئی نافرمانی غرضکہ ہر رنگ اور ہر ڈھنگ کی پوشاکیں زیب تن کئے ہوئے برآمدہ میں سب کی سب جمع ہوئیں۔ یہ بیگمات نواب بیگم صاحبہ کی عزیزدار۔ رشتہ دار اور برادری کی تھیں۔ اور سب کی سب خوش اندام۔ خوش صورت اور خوش رنگ تھیں۔ خصوصاً اُن کے سمدھیانہ کی بیگمات۔ بیگم صاحبہ ہر طرح کی درستی کے لئے جو کوشش کر رہی ہیں۔ وہ نہایت قابل تعریف ہے لیکن ان کا ساتھ دینے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ پھر بھی اس آٹھ نو برس کے عرصہ میں بہت کچھ فرق ہو گیا ہے۔

۲-نومبر کو مسز بخش جو مدرسہ سلطانیہ کی بڑی اُستانی ہیں ساڑھے سات بجے ہمارے یہاں آئیں اور اپنے ہمراہ تاج محل کا کُل علاقہ دکھانے لے گئیں۔ یہ نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ (موجودہ بیگم صاحبہ کی والدہ مرحومہ) کے شوق کا نمونہ ہے۔ اس کا احاطہ کوئی دو میل سے زاید ہوگا۔ اس میں عالی منزل بھی شمار ہوتی ہے۔ باغ میں خوبصورت خوبصورت بارہ دریاں دیکھیں اور آگے چلکر ایک عظیم الشان اور نہایت وسیع عمارت میں داخل ہوئے۔ یہاں مرحومہ بیگم صاحبہ نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ گذارا تھا اور اسی محل کے ایک کمرہ میں آخری سانس لی اور جاں بحق تسلیم ہوئیں۔ یہ عمارت اب ویرانہ بن گئی ہے اور اس شعر کا پورا ثبوت ہے ؎

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت　　　رفت منزل بدیگرے پرداخت

نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ نے ایک اور قطعہ آباد کیا ہے۔ فی الحال یہ جگہ زیادہ تر وثیقہ خواروں کے لئے ہے بعضے حصے دوسرے کاموں میں بھی آتے ہیں۔ مگر اس میں عجیب غریب اندرونی گذرگاہیں، خفیہ راستے تہ خانے وغیرہ وغیرہ دیکھے۔ بعض کمرے بالکل اندھیرے اور تاریک ہیں جن میں روشن دان تک نہیں۔ یہ ساری عمارت لب تالاب واقع ہے اور جہاں خود مرحومہ بیگم صاحبہ رہتی تھیں وہ حصہ تالاب کی نہایت پر لطف کیفیت دکھاتا ہے۔ اگر اس ویران اور بوسیدہ عمارت میں گویائی کی طاقت ہوتی تو سینکڑوں حیرت انگیز داستانیں اور ہزاروں تعجب خیز افسانے سُنائی دیتے۔ ایک جگہ حمام خانہ تھا جہاں شاور کی ترکیب موجود تھی۔ ابھی

کے قریب تہ خانہ ہیں جہاں کہتے ہیں کہ اُس زمانہ میں خزانہ رہتا تھا۔ اب اس جگہ کی نگہداشت ایک بیچاری فلک زدہ وثیقہ خوار کے ہاتھ میں ہے۔ اور ایک حصہ میں دفتر محاسبی ہے۔ باورچی خانہ دیکھا خاص عام کھانا یہیں پکا کرتا تھا۔ مگر اب کھنڈر ہو رہا ہے۔ اسی عمارت کے ایک حصہ میں جو کبھی دربار ہی کمرہ تھا مدرسہ سلطانیہ ہے۔ اسے نہایت عمدہ ڈھب سے مرتب کیا ہے اور رنگ وغیرہ سے صاف اور چمکدار بنا دیا ہے۔ اگر اسی طرح سب حصے کام میں لائے جائیں تو تھوڑے سے خرچ میں مرضی کے مطابق طیار ہو سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ بہت ہی اچھا باغ لگا ہوا ہے جسے خوب آراستہ کیا ہے۔ ہر طرح کے موسمی پھولوں اور فرن سے یہ بھرا ہوا ہے۔ کوئی دس بجے کے قریب انقلاب زمانہ کے افسوس ناک نتیجوں پر حسرت زدہ اور اداس ہو کر واپس آئے ہمیشہ دستور ہے کہ جب ایسی پرانی یادگاریں دیکھنے میں آئی ہیں تو دل پر عجیب افسردگی طاری ہو جاتی ہے۔ کھانا کھا کر تقریباً بارہ بجے حضور عالیہ کے پاس پہونچے۔ اس وقت وہ صدر منزل میں تشریف فرما تھیں۔ اس عمارت کے پچھلے حصہ میں ایک چبوترہ پر سیدھا سادا مسند بچھا اور ایک گاؤ تکیہ لگا ہوا تھا۔ جہاں ایک معمر ملازمہ ہمیں لے گئی اور کہا کہ آپ لوگ تشریف رکھیں سرکار ابھی تشریف لائیں گی۔ ہم انتظار میں بیٹھے تھے کہ کچھ دیر بعد نواب بیگم صاحبہ اپنی پوتی برجیس جہاں بیگم کے ہمراہ خندہ پیشانی کے ساتھ جلوہ افروز ہوئیں۔ وہ اس قدر سادگی پسند۔ خوش اخلاق منکسر مزاج حلیم الطبع۔ عالی حوصلہ۔ سنجیدہ

روشن خیال مہذب اور درویش صفت ہیں کہ انھیں اور اُن کے گرد وپیش کو دیکھکر ہم بے اختیار دل ہی دل میں کہنے لگے کہ ایسے ہی نیک طینت لوگوں کی شان میں یہ مصرعہ کہا گیا ہے۔ درویش صفت باش و کلاہ تتری دار گویا اُنھوں نے اسی کو اپنا ماٹو (اصول زندگی) بنایا ہے۔ نہایت محبت اور الفت سے ہم لوگوں سے ملیں کس قدر خلیق اور جدید خیالات سے پر ہیں۔ انھوں نے بیان فرمایا کہ وہ دن بھر امور ریاست اور آجکل وائسرائے کی تشریف آوری کے انتظامات میں مصروف رہتی ہیں۔ چونکہ اُن کی عالی حوصلہ خیالات کا سمجھنے والا اور ساتھ دینے والا کوئی نہیں اس لئے ہر چیز کو بذات خاص آپ ہی دیکھتی بھالتی اور ہر قسم کی ہدایات کرتی رہتی ہیں۔ اسی غرض سے صبح سے اپنے محل احمد آباد سے صدر منزل آتی ہیں اور یہاں ہر بات کا انتظام کرتی اور ہر مقام پر خود چل پھر کر دیکھ بھال کرتی ہیں۔ جہاں جہاں وائسرائے کا قدم جانے والا ہے خود جاکر نگرانی کرتی ہیں۔ رات تک ان کاموں سے فراغت کرکے اپنے محل پر واپس جاتی ہیں۔ حیرت کی جگہ ہے کہ اس عمر میں کس قدر چست و چالاک ہیں۔ باوجودیکہ شل ہوجاتی ہیں مگر اپنے فرائض پوری طرح ادا کرتی ہیں۔ واقعی ہمہ صفت موصوف ہیں اور فخر قوم ایسی ہی بیگمات کہی جاسکتی ہیں۔ رفاہِ عام کے لئے کیا کیا کر رہی ہیں۔ خدا عمر میں برکت دے اور سب ارمان پورے کرے۔ تھوڑی بات چیت کے بعد امور ریاست طے کرنے کے لئے دوسرے کمرہ میں تشریف لے گئیں جہاں چق کی آڑ سے ہدایتیں کرنے

لگیں۔ان میں ایک اور زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جو کچھ کرتی ہیں با پردہ اور با برقعہ کبھی کھلی ہوئی بے پردہ کہیں جاتی آتی نہیں۔اور یہ اصول اُن کے ایس قدر پکے ہیں کہ جس کی انتہا نہیں۔ ہرگز ان میں سرِ مو فرق نہیں پڑ سکتا۔وہ اپنے کام میں مصروف تھیں اور ہم ایک کمرہ میں سستا رہے تھے۔دیر کے بعد ہم کو بلوایا اور فرمایا کہ چلو صدر منزل دکھالائیں۔ وہ آپ آگے آگے چلیں اور ہم پیچھے ہو لئے۔اندر پہونچ کر نیا ہی عالم نظر آیا۔دربار کا کمرہ جہاں وائسرائے کے لئے دربار ہونے والا تھا عجیب آرائش اور تکلف سے سجایا گیا تھا زردوزی فرش بچھا ہوا۔ اُس پر چند قالین چاندی سے منڈھی ہوئی کرسیاں جس میں کہیں کہیں طلائی کام بنا ہوا تھا چھت کی پوشش بھی گراں قیمت ریشمی کپڑے سے کی گئی تھی۔یہاں کچھ دیر ٹھیر کر اپنی منجھلی بہو شہر یار بیگم صاحبہ یعنی صاحبزادہ کرنیل عبیداللہ خاں صاحب کی بیگم صاحبہ کے پاس ہمیں لے گئیں۔ ان کا قیام صدر منزل کے قریب ہمایوں منزل میں ہے۔ اس جگہ پہونچکر ایک عجیب نورانی صورت نظر آئی۔ شہر یار بیگم صاحبہ اپنی نظیر نہیں رکھتیں۔واقعی لاجواب ہیں اور ان کی صاحبزادی یہیں جہاں بیگم صاحبہ بھی یہیں جلوہ افروز رہتی ہیں۔یہ حصہ انگریزی وضع سے سجا ہوا ہے اور اسی طریقہ پر اُس وقت ہم لوگوں کو چائے پلائی گئی۔کرنیل صاحب اپنی والدہ ماجدہ کے قدم بقدم چلتے ہیں منجھلی دولھن صاحبہ نہایت ذکی الطبع ہیں اور آج کل انگریزی سیکھ رہی ہیں۔تھوڑی دیر کی پر لطف گفتگو کے بعد بیگم صاحبہ

اپنے ہمراہ پہلے مقام پر لائیں اور فرمایا کہ میں نماز ادا کرتی ہوں آپ لوگ بڑی دُلہن کے پاس جائیں۔ ہم لوگ دو پیش خدمتوں کے ساتھ صدر منزل سے گذر کر دوسرے طرف گئے جہاں شوکت محل ہے اور اُسی جگہ صاحبزادہ نصر اللہ خاں رہتے ہیں۔ محل کے اندرونی حصہ میں جہاں بڑی دُلہن صاحبہ تشریف رکھتی تھیں پہونچے۔ یہ بیگم صاحبہ منجھلی دولہن صاحبہ کی ہمشیرہ ہیں اور انھیں کی طرح نور کی بنی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ ذرا پرانے خیالات کی پابند ہیں۔ مگر سچ کہتی ہوں ان لوگوں سے ملکر جی بہت خوش ہوا۔ ایسی بی بیاں عنقا ہیں۔ کچھ دیر بعد سرکار عالیہ برقع پہنے ہوئے تشریف لائیں اور اپنی پوتی کو اور ہمیں اپنے ساتھ گاڑی میں سوار کرا کے الکزینڈرا ہائی اسکول کی طرف چلیں اور وہاں پہونچکر اپنی ہدایات کی تعمیل ملاحظہ فرمائی۔ یہ اسکول لڑکوں کے لئے ہے جس کا افتتاح لارڈ منٹو صاحب بتاریخ گیارہ [۱۱] نومبر فرمائیں گے اور تالاب کے دوسری طرف نہایت ہی عمدہ موقع پر واقع ہے۔ لارڈ صاحب کی یہاں تشریف آوری پر جو رسم ادا ہونے والی ہے اُس کے لئے ایک وسیع کمرہ خاص طور پر آراستہ کیا گیا ہے۔ مسٹر ہین (الکزینڈرا اسکول کے مدرس اعلیٰ کی بی بی) کے اصرار سے چائے نوشی ہوئی۔ کچھ دیر ٹھیر کر عالی منزل چلیں جہاں اُنھوں نے لیڈیز کلب کے متعلق تمام تجاویز بیان فرمائیں۔ اس کے بعد ہم کو وہیں چھوڑ کر خود واپس تشریف لے گئیں۔

تیسری [۳] نومبر کو صرف عطیہ ہی بیگم صاحبہ کے پاس گئی تھی انھوں نے

اسپتال اور عجائب خانہ (اِس کے افتتاح کی رسم بھی لارڈ منٹو صاحب گیارہ نومبر کو ادا کریں گے) دکھایا اور آپ آکر عالی منزل پہونچ گئیں۔

چوتھی نومبر آج شام کو بیگمات پھر جمع ہوئیں حضور عالیہ بھی تشریف لائیں اور پوری طرح ریہرسل کرایا۔ سب نے اپنا اپنا کام نہایت خوش اسلوبی سے کیا خصوصاً لیڈیز کلب کی سکرٹری آفتاب بیگم صاحبہ نے اڈریس نہایت بھلے انداز سے پڑھا۔ یہ دونوں دولہنوں کی بڑی ہمشیرہ ہیں اس لئے وہی آب و تاب ہے۔ یہ سب سات بہنیں ہیں اور سب کی سب نہایت عمدہ قابلیت رکھتی ہیں اگر ایسی بیبیاں زیورِ علم سے پوری طرح آراستہ ہوں تو معلوم نہیں کیا کچھ کارہائے نمایاں کریں ان میں ہر طرح کا مادہ ہے۔ اور بھی بیگمات ہوش مندی اور لیاقت میں کم نہیں ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ کلب میں ملنے جلنے سے بہت کچھ فائدہ ہوگا۔

پانچویں نومبر سرکار عالیہ کی خواہش سے کلب کا انتظام یعنی لیڈی منٹو صاحبہ کی تشریف آوری کے متعلق پروگرام بنانا اور تمام آراستگی کی نگرانی کرنا وغیرہ عطیہ نے اپنے سر لے لیا ہے۔ اگرچہ آرائش اور بعض انتظامات ہو چکے ہیں مگر انگریزی میں جسے فنشنگ ٹچ آخری رنگ آمیزی کہتے ہیں۔ وہ عطیہ دے رہی ہے۔ اسی طرح عطیہ کی تجویز سے مدرسہ سلطانیہ میں بھی کئی باتیں اور شریک کر دی گئی ہیں اور وہ دونوں موقعوں کے لئے عمدہ طریقہ پر پروگرام بنا رہی ہے۔ امید ہے کہ پوری کامیابی ہوگی اور بیگم صاحبہ اور لیڈی منٹو محظوظ ہوں گی۔

ساتویں نومبر۔ آج عطیہ میرے ساتھ نہ آسکی۔ بہ سبب کام کے رُک گئی۔ میں بیگم صاحبہ کا باغ حیات افزاد یکھنے گئی تھی۔ یہ باغ شہر سے کچھ فاصلہ پر واقع ہے اور بہت بڑا قطعہ اراضی گھیرے ہوئے ہے پھل اور پھول کے بہت سے اقسام کے درخت ہیں بیچ میں ایک پُرلطف بارہ دری ہے۔ یہ نہایت دلفریب جگہ ہے خوب سیر کی۔ ایک طرف ایک چبوترہ بنا ہوا ہے جس کا جالی دار کٹہرا سنگ مرمر کا ہے۔ یہاں بیگم صاحبہ کے ذی مرتبہ شوہر دفن ہیں۔ اور قریب ہی دونوں صاحبزادیوں نواب بلقیس جہاں بیگم صاحبہ اور نواب آصف جہاں بیگم صاحبہ کے مزارہائے پُرحسرت ہیں۔ دونوں عین عالمِ شباب میں داغِ حسرت دے گئیں جب میں واپس آئی۔ تو معلوم ہوا کہ نواب شاہجہاں بیگم کا مزار بھی وہیں دوسری طرف تھا۔ شام کو آفتاب بیگم صاحبہ اور اقتدار دولہن صاحبہ آئی تھیں۔ بہت ہی اچھا وقت گذرا۔

آٹھویں نومبر۔ ۸ بجے احمد آباد پہونچے۔ راستہ بھر دورویہ جھنڈیاں لگی ہوئی اور چراغاں کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ یہ عمارت پُرانی وضع کی ہے ہم جس وقت پہونچے بیگم صاحبہ باغ کی سیر میں مشغول تھیں۔ تھوڑی ہی دیر بعد تشریف لائیں تو فرمایا کہ میں آپ لوگوں کا انتظار کر رہی تھی آپ کیوں نہ آئیں۔ ہم نے عرض کیا کہ حضور کی مرضی سے ہم ناواقف تھے ورنہ وہیں حاضر ہوتے۔ انہوں نے فرمایا اچھا اب آپ لوگ سیر کر آئیں میں تو شل ہو گئی ہوں۔ خیر ہم ملازمہ کے ہمراہ باغ میں گئے۔ نہایت اچھی جگہ ہے اور قدرتی نظارہ کیفیت خیز ہے۔ ہنوز باغ پورا مرتب نہیں ہوا ہے

کیونکہ تھوڑے ہی سال ہوئے ہیں کہ بیگم صاحبہ نے اس مقام کو آباد کیا ہے ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے جس پر یہ سب عمارتیں طیار ہوئی ہیں اور اُس کے دامن میں بہت ہی وسیع تالاب ہے۔ سامنے بھی پہاڑ ہے جس پر کرنیل صاحب کی سیرگاہ ہے اور جہاں کشتی کے ذریعہ جا سکتے ہیں۔ بارہ دریاں، سبزخانہ وغیرہ مختلف چیزیں بنی ہوئی ہیں۔ یہاں گلاب کی جھاڑیاں دیکھ کر حیرت ہوئی۔ اچھے خاصے چھوٹے چھوٹے درخت معلوم ہوتے ہیں۔ لب تالاب نشست گاہیں بنی ہوئی ہیں جہاں سے طرب انگیز تماشہ ہو سکتا ہے سیر کرتے ہوئے راحت منزل پہونچے۔ یہ کوٹھی انگریزی طریقہ پر سجی ہوئی ہے لیکن یہاں کوئی رہتا نہیں ہے۔ چھوٹے صاحبزادہ حمید اللہ خاں صاحب جب کسی دوست کو بلاتے ہیں تو یہیں اُن کے لئے انتظام کیا جاتا ہے۔ گویا اسے مردانہ حصہ سمجھنا چاہیئے۔ موسمی پھولوں سے یہ حصہ بھرا ہوا ہے۔ یہاں سے نکلکر مسجد دیکھی اور چکر کھاتے ہوئے بیگم صاحبہ کے پاس آئے۔ نہایت لطف خیز باتیں ہوتی رہیں۔ اُن سے ہم نے کہا کہ آپ راحت منزل میں کیوں نہیں قیام فرماتیں فرمایا کہ وہ مقام کھلا ہوا ہے دوسرے اب تک ہمارے ملازم ایسے مکانات کا رکھ رکھاؤ نہیں جانتے۔ یہ بڑی دقت ہے۔ اثنائے گفتگو میں جب یہاں بیگم صاحبہ اور چھوٹی دلہن صاحبہ نے نہایت اچھے طرز اور خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھ کے سُنایا۔ اور از بر ترجمہ کیا۔ ان دونوں کی تعلیم و تربیت بیگم صاحبہ حسب دلخواہ کر رہی

بڑی ہیں۔

دلہن کے ہاتھوں کی بنی ہوئی دست کاری بھی دیکھی۔ واقعی اچھا کام بناتی ہیں۔ دونوں نے انگریزی میں پیانیٹ بھی خوب ہی کیا مختصر یہ کہ ہر بات میں تھوڑا بہت درک رکھتی ہیں یقین ہے کہ جب عمر کو پہنچیں گی تو بہت ہی جوہر دار ثابت ہوں گی۔ تقریباً ڈیڑھ بجے واپس آئے۔

نویں نومبر۔ آج آخری ریہرسل ہوا۔ کل بیگمات جو لیڈی منٹو صاحبہ کے دربار میں پیش ہونے والی ہیں اُن کے نام عطیہ نے لکھ لئے تاکہ وہ پکارتی جائے اور بیگمات پیش ہوتی جائیں۔ پروگرام نہایت عمدہ طیار ہوا ہے خدا کرے پوری کامیابی ہو۔

دسویں نومبر۔ آج وائسرائے معہ لیڈی منٹو اور ہمراہیان کے بھوپال وارد ہوئے سویرے خیر مقدم کی توپیں سر ہوئیں اور اُس کے بعد دوسری مقررہ رسوم ادا ہوئیں سکرٹری صاحبہ آئی تھیں اور اُن سے کل کی کارروائی کے متعلق تمام باتیں طے ہو گئیں۔

گیارہویں نومبر۔ آج سویرے مُنہ اندھیرے ہم لوگ تیار ہو گئے اور بیگمات رنگ برنگ کے لباسوں سے مزین ہو کر آئیں اور اپنی اپنی جگہ قرینے سے بیٹھ گئیں۔ دونوں دولہنیں بھی بڑی آن بان سے آ گئیں عطیہ ساڑھے بارہ بجے رات تک کام کرتی رہی، وہ تین دن اُس نے خوب محنت کی۔ لیڈی منٹو صاحبہ کے لئے باغ کے ایک گوشہ میں ایک زربفتی شامیانہ چار سونے کے ستونوں پر نصب

کیا گیا تھا۔ اور اس شامیانے میں اُن کے اور بیگم صاحبہ کے لئے چاندی کی اور مہمانوں کے لئے زربفتی چوکیاں رکھی گئی تھیں۔ اس کے مقابل قنات تھی جس کے کنارہ ممبرانِ کلب قرینہ سے چوکیوں پر بیٹھی تھیں۔ تمام باغ جھنڈیوں نشانوں اور پھریروں سے معمور ہورہا تھا۔ پھاٹک پر خیر مقدم کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ وہاں سے کچھ فاصلے پر کمان کی آڑ میں دونوں دولہنیں اور دوسری معزز بیگمات سب ملاکر نو بی بیاں اس غرض کے لئے بیٹھی تھیں کہ لیڈی منٹو صاحبہ کا خیر مقدم کریں اس کے بعد وکٹوریہ گرل اسکول (جو نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ کا جاری کیا ہوا ہے) کی لڑکیاں فیروزی لباس پہنے قطار باندھے کھڑی تھیں تاکہ لیڈی صاحبہ کی تشریف آوری پر ترانہ خوش آمدید اور دوسری چیزیں گائیں۔ اسی حالت میں نو بجے تک قرینے سے سب اپنی اپنی جگہ حالتِ انتظار میں رہیں۔ پہلے لیڈی منٹو صاحبہ مدرسہ سلطانیہ میں داخل ہوئیں اور خیر مقدم کا ترانہ (جو کورس کی وضع پر طیار کیا گیا تھا) عطیہ کے ساتھ سب لڑکیوں اور استانیوں نے ملکر گایا۔ یہ ترانہ نہایت خوش الحانی اور عمدہ لے سے گایا گیا جس میں لیڈی صاحبہ کی تشریف آوری پر اظہار مسرت کیا گیا تھا۔ زیور علم سے ان سب لڑکیوں کے آراستہ ہونے کی آرزو کی گئی تھی اور سرکار عالیہ اس مدرسہ کی بانیہ ہیں اور جن کی بدولت یہ جلسہ ہوا۔ ان کے لئے افزونی دولت اور فراوانی اقبال کی دعا مانگی گئی تھی۔ اس کے خاتمہ پر مسز بخش نے ایڈریس پڑھا۔ ازاں بعد چند لڑکیوں نے گیند کا گیت انگریزی میں گایا اور ریسیٹیشن سنایا۔ اِن

سب کے بعد لیڈی صاحبہ نے انعامات تقسیم کئے اور لڑکیوں نے پھول نثار کئے اور گلدستے نذر دئے اختتام پر "گاڈ سیو دی کنگ" (خدا بادشاہ کو سلامت رکھے) کا گانا ہوا۔ یہاں سے سواری پرنسس آف ویلز کلب کی طرف چلی۔ چونکہ کلب مدرسہ سلطانیہ سے قریب تھا لیڈی صاحبہ کے سوار ہونے کی خبر فوراً پہنچ گئی۔ اور سب اپنی اپنی جگہ سنبھل کر بیٹھ گئیں جیسے ہی سواری یہاں تک پہونچی اور لیڈی صاحبہ معہ بیگم صاحبہ۔ اپنی صاحبزادی لیڈی ایلین ایلسٹ اور ہمشیرہ کاؤنٹس آف انٹریم کے اتریں اور بینڈ نے بھوپال انتھم (بھوپال کا قومی گیت) بجانا شروع کیا عجیب موثر وقت تھا۔ آہستہ آہستہ یہ لوگ چلکر کمان تک آئیں۔ جہاں دونوں دولھنیں اور دوسری بیگمات خیر مقدم کرنے کے لئے کھڑی تھیں۔ ان سبھوں سے تعارف حاصل کرکے اور ایک دو باتیں کرکے یہ سب آگے بڑھیں۔ ایک مقام پر عطیہ کھڑی تھی جس نے پروگرام پیش کیا۔ یہاں سے آہستہ آہستہ شامیانہ تک آئیں اور پہلے سکرٹری صاحبہ سے اور پھر ہم سب مہمانوں سے ملکر مقررہ نشست گاہ پر بیٹھ گئیں۔ وکٹوریہ گرل اسکول کی ہیڈ مسٹرس (معلم اوّل) مسز اسکل تھارپ نے بیگم صاحبہ کی اجازت حاصل کرکے اپنی دونوں لڑکیوں کے باجہ کی مدد سے اسکول کی لڑکیوں کو Action کے ساتھ گیت گوایا۔ اور بعد ازاں سلمہ ستارہ اور مصنوعی پھول ٹکے ہوئے خوبصورت ہار نذر کئے۔ پھر آفتاب بیگم صاحبہ سکرٹری کلب نے نہایت خوبی اور شائستگی سے اردو میں ایڈریس پڑھا جس کا انگریزی ترجمہ عطیہ نے لیڈی صاحبہ کو دیا۔

ایڈریس ایسی خوش اسلوبی سے پڑہا گیا کہ لیڈی صاحبہ بھی بغیر تعریف کئے نہ رہ سکیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ مدتوں سے اُس کے پڑھنے کی عادی تھیں۔ افسوس کہ لیڈی منٹو صاحبہ اپنا جواب بھول آئی تھیں۔ اس لئے زبانی چند فقرہ کہے جس کا ترجمہ اُن کی خواہش سے عطیہ نے تمام بیگمات کو مخاطب کر کے نہایت خوبی سے سُنایا اس کے بعد سکرٹری صاحبہ نے کلب کی طرف سے ایک خوبصورت کاسکٹ پیش کیا اور بیگم صاحب کو کلب کی کُنجی دی جسے لیکر اُنھوں نے لیڈی صاحبہ کو دیا اور کہا کہ آپ اِس کلب کا افتتاح کر کے ممنون کریں (بیگم صاحبہ خاصی طرح انگریزی میں اپنا مطلب ادا کر سکتی ہیں) بیگم صاحبہ کے یہ کہتے ہی لیڈی صاحبہ کلب کی طرف چلیں۔ آگے آگے یہ لوگ اور پیچھے پیچھے سارا مجمع تھا۔ دروازہ پر لیڈی صاحبہ نے ٹھیر کر کُنجی سے قفل کھولا۔ اور جوں ہی کہ یہ دروازہ کُھلا کلب کے تمام دروازہ ایک ساتھ کُھل گئے جو اُس وقت بہت ہی بھلا معلوم ہوا۔ اس کا بندوبست یوں کیا گیا تھا کہ ہر دروازہ کے اندر ایک ایک ملازمہ رکھی گئی تھی۔ اُن سبھوں نے عطیہ کی تاکید سے وقت پر ایک ساتھ سب دروازے کھول دئے۔ لیڈی صاحبہ بیگم صاحبہ مہمان اور دوطفنیں یہاں سے داخل ہو کر اپنی اپنی معین جگہوں پر بیٹھ گئیں حضور عالیہ اور لیڈی صاحبہ اُس ڈیس پر بیٹھیں جو اُن کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ اُن کے ایک طرف مہمانوں کے کوچ کرسیاں۔ اور دوسری طرف دوطفنوں کی نشست تھی۔ ڈیس کے سامنے کی طرف ایک حصہ رکھا گیا تھا جہاں رشتہ دار بیگمات جوڑی جوڑی آتیں اور

تسلیم بجا لا کر لیڈی منٹو صاحبہ سے ہاتھ ملاتیں اور دو روپیہ کو چھو کر پہنچ جاتیں۔ پہلے ۹ جوڑیاں گلابی اور کپاسی رنگ کے لباس پہنے ہوئے آئیں اور اس کے بعد چھبیس ۲۶ جوڑیاں اور ایک علیحدہ بیگم فیروزئی اور دھنک کے رنگ کے لباسوں میں آئیں۔ جملہ اکھتر ۷۱ بیگمات تھیں جس وقت یہ تسلیم بجا لاتیں تو عطیہ ان کے نام پکارتی اور تب لیڈی منٹو صاحبہ ہاتھ ملاتیں۔ بیگمات کے پیش ہونے کے بعد عطر گلاب اور الائچی سے ضیافت کی گئی اور سکرٹری صاحبہ نے لیڈی صاحبہ اور حضور عالیہ کو گوٹے کے ہار پہنائے اور ہم لوگوں نے باقی سب لوگوں کو تقسیم کئے۔ اس کے بعد بیگم صاحبہ نے ملکہ وکٹوریہ آنجہانی کا مرقع اور اپنی مرحومہ والدہ ماجدہ اور نانی صاحبہ کی تصویریں دکھائیں۔ بعد ازاں کلب گھر پر ایک نظر ڈالی گئی۔ ہر میز پر کچھ نہ کچھ رکھا ہوا تھا۔ کہیں رسالے۔ کہیں اخبار۔ کہیں پنگ پانگ۔ کہیں دوسرے کھیل غرضکہ آدھا کمرہ انہیں چیزوں سے بھرا ہوا تھا جس سے کلب کی حیثیت ظاہر ہوتی تھی۔ بقیہ نصف میں نشست گاہ رکھی گئی تھی۔ پھرتے پھراتے حضور عالیہ ایک میز کے قریب آئیں اور چھوٹی دولہن اور برجیس جہاں بیگم صاحبہ سے فرمائش کر کے انگریزی میں ریسائیٹ کروایا۔ ان بچوں نے ایسی خوبی سے پڑھا کہ لیڈی صاحبہ دنگ رہ گئیں ایک نہایت عمدہ اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی نقشی تصویر لیڈی ایلیٹ کو دی اور دوسری دستکاری کے نمونے بھی پیش کئے جس کے بعد رخصتی ہوئی۔ پھاٹک کے قریب کوئی بیس سکنڈ ٹھیر کر لیڈی منٹو صاحبہ نے اپنی دلی مسرت کا اظہار کیا اور

دو ایک باتیں اور کیں۔ عطیہ کے ساتھ اُن کو بہت ہی دلبستگی ہوگئی اور چلتے وقت فرمایا کہ میں امید کرتی ہوں کہ تم اور تمہاری ہمشیرہ بڑودہ آئیں گی۔ سوار ہوئیں تو وداعی بینڈ بجا اور سب کارپردازوں نے اس کامیابی پر نہایت اطمینان اور مسرت کے دم بھرے۔ عطیہ بھی اُس میں شریک تھی۔

۱۲۔ نومبر۔ شب کو وائسرائے اور اُن کے ہمراہیان کی احمد آباد میں دعوت تھی اور چراغاں و آتش بازی کی سیر کو ہم لوگ بھی بلائے گئے تھے۔ واقعی ایک طلسمی سماں تھا۔ یوں تو روشنی ہر جگہ تھی مگر راحت منزل تو ایک بقعۂ نور کی طرح جگمگا رہا تھا۔ آج رات کو وائسرائے معہ ہمراہیان کے بھوپال سے روانہ ہوں گے اور اس کے بعد میں بمبئی جاؤں گی۔ اور عطیہ بڑودہ کیونکہ مہارانی صاحبہ نے وائسرائے کی تشریف آوری کے موقعہ پر عطیہ کو بڑے اصرار سے بلایا ہے۔ صبح کو سب سامان درست کیا اور تین بجے کے قریب عطیہ گارڈن پارٹی میں شریک ہونے کی غرض سے احمد آباد گئی۔ کہتی تھی کہ بیگم صاحبہ نے بڑی خوشی اور مسرت ظاہر کی اور فرمایا "جب یہاں کوئی موقع ہوگا تو ضرور آنا اب تو ممکن نہیں کہ تم نہ آؤ" اور اس قسم کے بہت سے محبت آمیز کلمے فرمائے۔ عطیہ کہتی تھی کہ زرنفتی فرش سے آنکھیں خیرہ ہوئی جاتی تھیں بلکہ یہ کہنا بجا ہے کہ چپہ چپہ سے ریاست کی حشمت و جاہ کے آثار نمایاں تھے۔ وائسرائے لیڈی منٹو۔ لیڈی ایلیٹ اور کاؤنٹس آف انٹرم وغیرہ سے بڑی دلچسپ باتیں ہوتی رہیں۔ شام کو بیگم صاحبہ نے نہایت الفت اور افسوس

سے عطیہ کو رخصت کیا جس کا اثر اُس کے چہرہ پر واپس آنے تک باقی تھا عطیہ کی واپسی پر باقی سامان درست کیا گیا۔ کھانا کھایا اور دوستوں سے خدا حافظ کہہ کر اسٹیشن پر آئے۔ ساڑھے بارہ بجے پنجاب میل آنے والا تھا انتظار کرتے رہے۔ چند بی بیاں الوداع کہنے آئی تھیں اور حضور عالیہ کی طرف سے بھی سکرٹری وغیرہ آئے تھے۔ خدا خدا کر کے گاڑی آئی اور میں عطیہ سے جُدا ہو کر روانہ ہو گئی عطیہ ساڑھے تین بجے سوار ہونے والی تھی۔ اسی فکر میں رات کاٹی۔ صبح ہوئی بمبئی کا دھیان اور عطیہ کی یاد دل میں تھی تقریباً چار بجے وکٹوریہ ٹرمنس پر پہونچے اور آدھے گھنٹہ کے بعد ہمشیرہ نواب بیگم صاحبہ اور عزیزوں سے مل گئے۔ الحمدللہ۔

تکلیف دہ فیشن کا ایک واقعہ

میں اس بات سے خوش ہوئی کہ ایڈیٹرس ظل السلطان نے میری رائے کو بحال رکھ کے تمام بہنوں کی دستگیری کے مضامین لکھ کے اجرت بہم پہونچانا ایک حد تک پردہ نشینوں کی زندگیوں کو کارآمد اور پاکیزہ خیالات میں مصروف رکھنا ہے۔ اس ذریعہ سے اپنی چار دیواری میں محفوظ زیست بسر کرنے میں یک گونہ لطف پیدا ہوگا جو اہل زبان میں اُن کے لئے بہت ہی آسان اور سہل بات ہے وہ بسہولت تمام مضمون لکھ سکتی ہیں اور اپنی نیک محنت کا پھل پا سکتی ہیں۔ میں پوری امید رکھتی ہوں کہ جناب کلثوم بیگم صاحبہ ایڈیٹرس اپنی اجرت دینے کے متعلق شرح و بسط سے ناظرین کو ظل السلطان کے ذریعہ آگاہ کریں گی تاکہ بہنوں کا دل اُبھرنے اور اپنے عمدہ خیالات اور عمل سے شہرت ظاہر کرنے کا موقع پائے۔ میں یقین کرتی ہوں کہ بہت جلد بیرونجات سے مضامین کی بھرمار ہوگی اور اس طرح مستمند اور حاجتمند ظل السلطان کے سایۂ عاطفت میں اپنے ارمان اور حوصلہ کو کسی قدر پورا کرنے کا مجاز حاصل کرسکیں گی، ہم زیارت ہم تجارت، اس سے کیا بہتر ہوسکتا ہے۔

اڈیٹرس صاحبہ نے مجھ سے مضمون طلب کیا ہے جس کے لئے میں چاہتی ہوں کہ اس قسم کا ہو جو مرغوب خاطر ہونے کے ساتھ نتیجہ خیز بھی ہو۔

پارسال اپنی صحت کی جستجو میں میں نے شرق سے مغرب کا سفر اختیار کیا برسوں بلکہ زندگی کا بڑا حصہ صحت یابی کی آرزو میں ختم ہوگیا نامراد اور ناچار زندگی کے دن کاٹ رہی تھی۔

لگائے ٹھٹھ کھڑی تھی ناامیدی
تمنائے دلی نکلے کدھر سے

اس شکستہ دلی اور یاس میں اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت کی کہ یورپ چل کے اپنی قسمت آزمائی کروں۔ یہ تحریک ہوتے ہی ایک پس ماندہ آرزو نمودار ہوئی اور بسم اللہ کہہ کر قدم ہمت بڑھایا اور اس عجیب و غریب علوم و فنون کے خطے پر پہونچی۔ میرا صدر مقام لوزان۔ Lausanne (سوئٹزرلینڈ کا ایک شہر ہے) تھا یہ جگہ ڈاکٹروں کے لئے مشہور و معروف ہے۔ ان ڈاکٹروں میں سے ایک معالج کی تدبیر کی میں پابند ہوئی اور عجیب قدرت اُس شافی مطلق کی تھی کہ ستائیس برس بعد ایک نادر طریق سے خدا نے مجھے صحت عطا کی اور لاجواب نعمت کی روشنی میں میں نے حافظ کے اس شعر کو کئی دفعہ ذوق کے ساتھ پڑھا۔

ہاں مشو ناامید چوں واقف نئی از سرِ غیب۔
باشد اندر پردہ بازی ہائے پنہاں غم مخور۔

اس تمہید سے میرا مطلب فی الحال یہی ہے کہ کس واسطے میرا یورپ جانا ہوا۔ اب جس کو میں بیان کرنا چاہتی ہوں وہ لباس کے متعلق ہے شہر لوزان (Louzanne) بہت ہی خوبصورت مقام ہے۔ اور پاکیزہ ہوا سے معمور ہے جیسے کہ تمام سوئس (Swiss) کے ضلع اس خاصیت سے بھرپور ہیں۔ لوزان (Louzanne) میں خوش قطعہ ٹیلے پر ہمارا ہوٹل تھا جس کے روبرو لیمن کی جھیل (Lake Lemon) دامنِ کوہ میں نہایت خوبی سے بہتی نظر آتی تھی۔ اس سربفلک کشیدہ پہاڑوں کی چوٹیاں برف سے ڈھکی ہوئی تھیں جن پر دھوپ کی کرنیں پڑ کر بے مثل جواہرات کا انبار معلوم ہوتی تھیں اس ہوٹل کے سامنے سجا سجایا اور پھولوں سے معمور باغ بھی نظر آتا تھا جس میں سینکڑوں خوش رنگ گلاب اپنے خوش رنگ اور مختلف ڈھنگ سے تماشائیوں کو اپنی طرف بے اختیار رجوع کرتے تھے۔ اسی بنا پر میں اپنے قیام گاہ سے خدا کی قدرت اور انسان کی حکمت کو دیکھتی اور مشرق و مغرب کا موازنہ اپنے دل میں کرتی تھی۔ اتنے میں میرا دھیان سڑک پر گیا۔ آمد و رفت کا سیلاب نہایت تیزی سے بہ رہا تھا کیونکہ آج عیسائی لوگوں کا مقدس دن اتوار تھا۔ جوق کے جوق گرجا اور کلیسا کی طرف بڑھ رہے تھے، اس زمانہ کے زنانہ لباسوں کی وضع واقعی نہایت دلپسند کہی جا سکتی ہے وضع، قطع، تراش، خراش، رنگ آمیزی لباس کو جسم سے پیوست رکھتا، بانکپن سبھی باتیں موجود تھیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ جسم کی بناوٹ پر اس طریقے سے لباس

کوفت کرتے تھے کہ حیرت معلوم ہوتی تھی کہ ہر عورت خدا کی قدرت کا ایسا بے نظیر نمونہ کیوں کر بنی ہوئی ہے۔ ایسے چُست و تنگ لباس میں دیکھنے والوں کو سچ ہے کہ اپنی طرف راغب کرتی تھیں لیکن ان کے دل سے پوچھنا چاہئیے کہ وہ آپ اس کی مکافات کیا پاتی ہوں گی۔ خیر میں تو انِ بتانِ مغربی کی سیر کر رہی ہر عورت اپنی پسندیدگی کی دلدادہ معلوم ہوتی تھی۔ بعض کا سیکرٹ ( ) یعنی ٹخنے کا اس قدر کم عرض کا تھا کہ ایک حد سے زیادہ دور قدم نہیں رکھ سکتی تھیں اور اگر اندازے سے زیادہ اتفاقی طور پر قدم پڑ بھی گیا تو سیکرٹ ( ) کی حالت بہت ہی منتشر ہو جاتی تھی پیر لڑکھڑا جاتے تھے۔ قدرتی انداز سے بافراغت چلنا پھرنا ان کی قسمتوں سے اُٹھ گیا ہے بلکہ خودنمائی کے صدقے ہو گیا ہے۔ مقید قدمی سے کبک دری کی رفتار اکثر دکھائی دیتی تھی۔ اس رواروی اور دوادوی میں ایک واقعہ قابل ذکر ہے اس تمام ہل چل کے درمیان بجلی کی ٹرام کی آواز دور سے سُنائی دی، میں نے اور بھی جھک کر اطمینان کر لیا۔ جہاں اس کا اسٹیشن ہوٹل کے سامنے کی سڑک پر تھا اور وہاں سے کل کیفیت دکھائی دیتی تھی مسافروں سے گاڑی اس قدر بھری ہوتی تھی کہ ایک پر ایک گرے پڑتے تھے۔ تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ اسٹیشن پر بہت لوگ اُتر گئے اور نئے مسافروں نے جگہ لی۔ ان میں ایک بی بی جو ٹرام کے رُکتے ہی فاصلہ کو بڑی سرعت سے طے کرنے کے لئے بے فائدہ محنت کر رہی تھیں۔ ایسے

دیکھ کے مجھے بہت ہنسی آئی کہ یہ فیشن کی تپلی بنکر چاہتی ہے کہ ٹرام کو ہاتھ سے جانے نہ دے، یہ کیسے ہوسکتا ہے، اس کا لباس بالکل سانچے میں ڈھلا ہوا اور اس قدر جسم سے پیوست تھا کہ اس کی مجال نہیں تھی کہ پھرتی سے چل سکے۔ آگے چلنے کے عوض دونوں پیر آپس میں سکرٹ (طفنگا) کے اختصار سے تنگ ہو کر اس کو اپنے ارادے سے بار رکھتے تھے، بمشکل تمام رُکتے چلتے آخر ٹرام کے متصل آئی اور اس نے چاہا کہ ایک جست کر کے ٹرام پر قدم رکھے مگر کیا ممکن جو وہ اپنے ارادہ کو پورا کرسکے جوں ہی دونوں ہاتھوں سے ٹرام کو پکڑ کر اوپر چڑھنے کی کوشش کی کہ سکرٹ کی تنگی سے بے قابو ہو کر زمین پر گر پڑی۔ اب زمین سے اُٹھے کس طرح "کسی کسائی" نہ یارائے دم زدن نہ طاقتِ رفتن۔ شاید جھینپی ہو مگر فیشن کیسے چھوٹ سکتا ہے، بلائے جاں ہو گیا اپنی کوشش میں نا امید ہوتی نظر آتی تھی اتنے میں کنڈکٹر (Conductor) نے جھک کر اس بی بی کو سہارا دے کر ٹرام میں چڑھا لیا یہ بھی کیا فیشن جو خود نمائی میں خودداری کا یوں حشر ہو۔ خدا کی پناہ یہ تماشا میری آنکھوں کے سامنے ہوا میں نے پناہ مانگی کہ خدا کسی کو بھی ایسی غیر معتدل فیشن کی آرزو نہ دے کہ یوں اس کی پابند ہو کے نکو بنے، بغیر پیسے کا ایسا ناٹک دیکھنا سب کو پسند آتا ہے۔ ذرا سی دیر میں ٹرام کے دونوں طرف خلقت جمع ہو گئی اور جب تک ٹرام روانہ نہ ہو گئی لوگ مسکراتے تھے اور اُن کے اشارے جاری تھے۔

ہمارا سفر اور قومی جلسے

ہم لوگ یعنی ہر ہائینس نواب بیگم صاحبہ جزیرہ اور میں سرکار عالیہ (فرمانروائے بھوپال کے ساتھ ۲۵ فروری کو سویرے علی گڈھ روانہ ہوئے۔ سرکار عالیہ کا سیلون نہایت نفیس اور اسباب آسائش سے معمور ہے۔ ہلکے آسمانی رنگ کا فرنیچر ہے۔ اور ایسے ہی پردے اور قالین وغیرہ ہیں جس سے موزونیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ لکڑی کی چیزوں پر بھی سُنہرے نقش و نگار ہیں جو نہایت نظر فریب ہیں۔ خواب گاہ میں تمام ضروری چیزیں موجود ہیں اور بڑے آرام کے ساتھ سفر ہو سکتا ہے۔ گول کمرہ اگرچہ کشادہ ہے مگر اسی کے ساتھ اور بھی کمرے ہیں غرض اس سیلون میں سفر کرنے سے تکلیفاتِ سفر جہاں تک ممکن ہے ضرور دُور رہتی ہیں۔ مجھے پہلی ہی دفعہ اس میں سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔ لیکن سرکار عالیہ کی صحبت ہی بجائے خود ایک عجیب نعمت ہے۔ آپ کی بیدار مغزی، دوراندیشی اور ذہانت حیرت میں ڈالدیتی ہے۔ آپ کے ہمسفر ہونے میں ہم دونوں کو عجب لطف حاصل ہوا چونکہ ہماری گاڑی قریباً نصف گھنٹہ لیٹ تھی۔ ٹونڈلہ میں پنجاب میل نہ مل سکا اس لئے وہاں فوراً اسپیشل تیار ہوا۔ اور ہم سب گیارے بجتے بجتے علیگڈھ داخل ہوئے۔ اسٹیشن پر صاحبان ذوی الاحترام نواب

محمد فرمل اللہ خاں آنریری جائنٹ سکریٹری کالج، صاحبزادہ آفتاب احمد خاں شیخ عبداللہ، خواجہ عبدالمجید، حاجی موسیٰ خاں، مسٹر عامر مصطفےٰ خاں، مولوی حبیب الرحمٰن خاں، مولوی ابوالحسن اور چند دیگر اصحاب مع ممبران اسٹاف خیر مقدم کے لئے موجود تھے، ان سب صاحبوں کو پرنس حمید اللہ خاں سلمہ اللہ تعالیٰ نے سیلون ہی میں سرکار عالیہ کے حضور میں باریاب کرایا۔ اس کے بعد سیلون ایسی جگہ لگایا گیا جہاں پردہ کا انتظام تھا، وہاں ہم سب اُترے اور سرکار عالیہ کے ساتھ موٹر میں سوار ہو کر بہاسو ہاؤس آئے جو پارٹی کے قیام کے لئے تجویز کیا گیا تھا۔ اس موٹر کو خود پرنس لائے تھے اور یہ دیکھ کے مجھے تو بہت اچھا معلوم ہوا کہ اپنی والدہ کے بارِ محبت کو پرنس آپ اُٹھا کے چلے ہیں، بہاسو ہاؤس نواب فیاض علی خاں صاحب وزیر جے پور کی کوٹھی ہے۔ اور نہایت آرام دہ اور وسیع ہے کالج کے جملہ معزز مہمان اسی کوٹھی میں مقیم ہوتے ہیں۔ بہت سی بی بیاں روز ملاقات کے لئے آتی تھیں۔ اور سرکار عالیہ اُن لوگوں کو کیسے تحمل، بردباری، اور عمدگی سے تعلیم نسواں کے لئے ترغیب دلاتی اور بحث کرتی تھیں۔ سرکار اس قدر سادہ فراج ہیں اور ایسے ملائم لہجہ اور موثر الفاظ میں گفتگو کرتی ہیں جس سے لوگوں کے دل مسخر ہو جاتے ہیں۔ خود بخود ایک اُمنگ پیدا ہو جاتی ہے۔ اتنا تو میں یقین کرتی ہوں کہ انہوں نے طبقہ نسواں کے اُبھارنے میں جو کوششیں کی ہیں اور کر رہی ہیں اگر لڑکیوں کی قسمت سیدھی ہے تو ان ہی

کے عہدِ حکومت میں ان کے لئے ضرور کچھ تو ہو جائے گا۔

ستائیس ۲۷ فروری کو سرکار عالیہ نے عمارت کانفرنس کا سنگ بنیاد رکھا اور ایک مفید تقریر فرمائی۔ وہاں بڑی رونق اور بڑا مجمع تھا۔

اٹھائیس ۲۸ فروری کو اسٹریچی ہال میں ٹرسٹیان کالج کا ایڈریس قبول فرمایا اور یہ ایک نیا قدم تھا کہ گیلری میں خواتین کے لئے بھی انتظام تھا۔ سُنتی ہوں کہ بعض اشخاص نے اس انتظام پر اعتراض کیا تھا خدا جانے کب یہ تعصبات دُور ہوں گے۔ اور یہ لوگ احکامِ الٰہی کی اصلیت کو سمجھیں گے۔ خیر بارہ ۱۲ بجے تک تمام ہال طلبائے کالج اور معزز آدمیوں سے بھر گیا۔ ان سب کو دیکھ کر عجیب فرحت پیدا ہوتی ہے۔

تمام لڑکوں کے سر پر سرخ فیز (ترکی ٹوپی) نے ایک عجیب کیفیت پیدا کر دی تھی اور جب وہ ہلتے یا پھرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ بحرِ احمر لہریں مار رہا ہے۔

اس وقت اتفاق سے ترکی ہلال احمر کے ممبران ڈاکٹر عدنان بے اور ڈاکٹر کمال بے بھی جو علیگڈھ میں موجود تھے شریک جلسہ تھے۔ صاحب کلکٹر ضلع صاحب کمشنر، اور صاحب انسپکٹر جنرل پولیس اور چند یوروپین لیڈیز اور جنٹلمین بھی موجود تھے۔ غرض تمام ہال آدمیوں سے بھرا ہوا تھا۔

نواب حاجی محمد اسحٰق خاں آنریری سکرٹری نے اجازت کے بعد منجانب ٹرسٹیان

ایڈریس پڑھا۔ ایڈریس کے بعد سرکار عالیہ نے ایک دلچسپ تقریر پڑھی۔

اس تقریر کے وقت عجب قسم کی متضاد کیفیتیں پیدا ہوتی تھیں کبھی زور شور کے چیرز ہوتے تھے کبھی ایک ایسا سناٹا ہوتا تھا جو مشفقانہ نصائح کے اثر سے ہوتا ہے۔ اسپیچ قریباً ۲۰ منٹ میں ختم ہوئی۔ پھر مولوی عبدالحق بغدادی اسسٹنٹ پروفیسر عربی نے عربی میں دعا اور قاضی جلال الدین ماسٹر نے نظم پڑھی۔ اس کے بعد سرکار عالیہ نے مراجعت فرمائی۔

شام کو کرکٹ کے میدان میں تشریف لے گئیں وہاں کالج کی باہمی مقابلہ کرنے والی ٹیموں میں سے کامیاب ٹیم کو شیلڈ عنایت فرمایا۔ آج کل کالج کے کپتان پرنس حمید اللہ خاں ہیں اور جب سے یہ کپتان ہوئے ہیں کرکٹ کو خاص رونق ہوگئی ہے ان کی ٹیم مشہور اور بڑی بڑی ٹیموں کو ہرا چکی ہے۔ یہ بھی عجب حسن اتفاق ہوا ہے کہ کالج کے اس مقابلہ کی کامیاب ٹیم کا کپتان بھی بھوپال کا طالب علم تھا جو سرکار عالیہ کی فیاضی کی بدولت کالج میں تعلیم پا رہا ہے جس وقت شیلڈ لینے کے لئے اس طالب علم کا نام پکارا گیا اور وہ پیش ہوا تو بڑے زور شور کے ساتھ چیرز دئے گئے۔ چونکہ کرکٹ کے مصارف بہت ہیں اور کرکٹ ٹیم کالج کی عزت و شہرت کا باعث ہے۔ اس لئے سرکار عالیہ نے دو سو روپیہ ماہوار اس کلب کو عطا فرمائے۔ یہاں سے ٹرسٹیوں کے کلب میں تشریف لے گئیں۔ اور وہاں بھی تعلیم نسواں کے متعلق بہت دیر تک بحث ہوتی رہی۔

ڈاکٹر ضیاء الدین جو اپنی تعلیم کے لحاظ سے ہماری قوم میں ایک بڑے ممتاز شخص ہیں۔ افسوس ہے کہ تعلیم نسواں کے متعلق محدود خیالات رکھتے ہیں۔ اس موقع پر ان سے بہت پرلطف گفتگو فرمائی۔

یکم مارچ کو وہ جلسہ ہوا جس میں قومی ترقی کی علامتیں نظر آتی تھیں۔ ٹھیک گیارہ بجے سرکار عالیہ کے ہمراہ ہم دونوں اسلامیہ بورڈنگ اسکول کی رسم افتتاح دیکھنے کے واسطے گئے۔ ہم لوگ بورڈنگ کے پھاٹک پر اترے اور سرکار عالیہ سلطانیہ بورڈنگ ہاؤس کا سنگ بنیاد رکھنے تشریف لے گئیں وہاں اچھا مجمع تھا سرکار عالیہ نے اس بورڈنگ ہاؤس کا سنگ بنیاد رکھنے سے انکار کر دیا تھا لیکن جب وہاں تشریف لے گئیں اور شیخ عبداللہ نے اس کی فوری ضرورتوں کو ایڈریس میں ظاہر کیا۔ اور ان کو سرکار عالیہ نے قابل توجہ سمجھا تو سنگِ بنیاد رکھنا منظور کیا اس رسم کے وقت بھی سرکار نے برجستہ اور زبانی تقریر فرمائی اور نہایت فصاحت کے ساتھ تعلیم نسواں کی اشاعت و ترقی کی طرف توجہ دلائی۔

ہم بورڈنگ اسکول کے پھاٹک میں داخل ہوئے وہاں عجب نظارہ دکھائی دیا۔ جناب محمود بیگم صاحبہ، جناب بیگم صاحبہ سید محمد علی، جناب راجہ نوشاد علی خاں صاحب کی بیگم صاحبہ اور آپ کی ہمشیرہ عبداللہ بیگم صاحبہ، اور ان کی تین بہنیں، آپ کی صاحبزادیاں، اور ہمشیرزادیاں، مسں شاہ دین صاحبہ نواب اسحاق خاں صاحب کی بیگم صاحبہ، اقتدار دولہن صاحبہ، آپ کی بہو بیگم صاحبہ،

مسس یعقوب صاحبہ، نذر سجاد صاحبہ، فاطمہ بیگم صاحبہ، اڈیٹر شریف بی بی، بیگم سید علی شاہ رئیس سردھنہ، اور آپ کی صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ، نفیس دلہن صاحبہ بھیکم پور کی بیگم صاحبہ اور آپ کی سسرال کی چند بی بیاں اور ہمشیرہ اور والدہ، بیگم صاحبہ آفتاب احمد خاں، بیگم خواجہ عبدالمجید اور آپ کی خوشدامن صاحبہ اور تین نندیں، رحیم بیگم صاحبہ صاحبزادی فیض احمد خاں، مسس یعقوب خاں اور آپ کی صاحبزادی، ان کے علاوہ اور بہت سی خواتین موجود تھیں، قریباً دو سو سے زیادہ بی بیاں اور بچے تھے پھاٹک سے بورڈنگ ہاؤس تک سب کے سب مختلف رنگ مختلف وضع کے لباس پہنے دھوپ میں بے سایہ کھڑے تھے یہ دیکھ کر مجھے بہت بُرا معلوم ہوا کہ اس قدر بے انتظامی ہے، کاش شامیانہ ہی لگا دیا ہوتا کہ تمازتِ آفتاب سے چہرے نہ جھلستے جب ایسی بدنظمی ہوتی ہے تو جلسہ کی خوشی بھی کافور ہو جاتی ہے آنے والیاں کیا کہہ سکتی تھیں وہ تو طوعاً کرہاً اغماض کر گئیں مگر منتظمیں سے میری شکایت ضرور ہے، امید ہے کہ آیندہ اس بات کا ضرور خیال رکھا جائے گا۔ ہر ہائنس بیگم صاحبہ جنجیرہ اور میں بی بیوں سے کچھ ملے کچھ نہ ملے اور بورڈنگ میں چلے گئے، اور وہیں سرکار عالیہ کا انتظار کرتے رہے، ہماری طاقت سے باہر تھا کہ ہم ایسی سخت دھوپ کی تکلیف برداشت کر سکتے البتہ سایہ میں بیٹھ کر رنگا رنگی جگمگاتے لباس دور سے دیکھنا ایک حد تک لطف پیدا کرتا تھا، لیکن جب یہ خیال آتا تھا کہ یہ بیچاریاں خود تکلیف اٹھا کر ہماری

آنکھوں کے لئے لطف کا سامان پیدا کرتی ہیں تو بُرا معلوم ہوتا تھا تھوڑی دیر کے بعد سرکارِ عالیہ بورڈنگ میں رونق افروز ہوئیں سب بی بیاں استقبال کے لئے دروازہ تک آئیں۔ بعد حمد و ثنا اور درود کے سرکارِ عالیہ نے قفل کھولا اور کواڑ کھول کر بورڈنگ میں داخل ہوئیں اور اُن کے بعد سب بی بیاں اندر چلی گئیں، تمام کمرہ بھر گیا تھا اور واقعی ایک خوشی پیدا ہوتی تھی کہ مختلف دیار و امصار کی بی بیاں بعید مسافت طے کر کے صرف شرکت کی غرض سے یہاں تک آئی ہیں خداوند کریم کا شکر ہے کہ جس نے ہم سب کو ایک جگہ جمع کیا اور موقع دیا کہ تبادلہ خیالات کر سکیں۔ اس کے بعد جلسہ شروع ہوا۔ پہلے عبداللہ بیگم نے ایڈریس پڑھا۔ اس کے بعد سرکارِ عالیہ کی تقریر ہوئی سرکارِ عالیہ کی تقریر کے بعد محمود بیگم صاحبہ نے شکریہ ادا کیا پھر "ز۔ ح۔ ش" غائب بیگم صاحبہ کے اشعار پڑھے گئے۔ اس قدر کارروائی کے بعد جلسہ ختم ہوا۔

سرکارِ عالیہ کو کارچوبی کے کام کے خریطہ میں ایڈریس پیش کیا گیا، ہار پہنائے گئے اور مجلس برخاست ہوئی۔ نماز ادا کرنے کے لئے مہلت دی گئی، ذرا سستائے اس کے بعد لیڈیز کانفرنس سرکارِ عالیہ کی زیرِ صدارت منعقد ہوئی۔ اکثر بی بیوں نے تائید میں تقریریں کیں اس میں بہت زیادہ وقت گذر گیا اور وقت کی پابندی بالکل نہ رہی سب اکتا گئے، سرکار سرپرست اور صدر مقرر ہوئیں۔ بارہ وائس پریزیڈنٹ بنائی گئیں سا ٹھ کے قریب ممبر ہوئیں، نفیس دولہن صاحبہ

سکرٹری اور محمود بیگم صاحبہ جائنٹ سکرٹری قرار دی گئیں، ممبری کی فیس چھ روپیہ سالانہ مقرر ہوئی۔ ہر ہائینس نواب بیگم صاحبہ جنجیرہ نے پانسو روپیہ دینے کا وعدہ فرمایا۔ مسس شاہ دین صاحبہ نے دوسو روپیہ دیا، خواجہ عبد المجید بیگم نے ایک لڑکی کے لئے دس روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر کیا۔ محمود بیگم صاحبہ نے بھی دس روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر کیا، اس کے بعد سرکار عالیہ نے اپنی مصنفہ کتابیں تقسیم فرمائیں اس طرح کانفرنس ختم ہو گئی۔ اس کے بعد ایک پارٹی ہوئی جس میں ہمیں بھی موجود تھیں، پارٹی ختم ہونے پر ہم چلے آئے۔ میں اتنا ضرور کہوں گی کہ ایک دن میں بہت ہو گیا اور سب شل ہو گئے یہ بدنظمی کی وجہ ہے ورنہ یہی جلسے کسی قدر شگفتگی سے ہو سکتے تھے، اکثر بہنوں کو شکایت تھی اور بجا شکایت تھی کیونکہ جیسا چاہیئے ویسا آسائش کا انتظام بالکل نہیں تھا لیکن پھر بھی غنیمت ہے اور اس تکلیف کا یہ نہایت گراں قدر معاوضہ ہے کہ ایسے بڑے مقصد کی تحریک ہو گئی۔

منتظمین بھی قابل معافی ہیں، کیونکہ میں نے سنا ہے کہ بسبب نمائش کے شامیانے وغیرہ مل نہیں سکتے تھے۔ اور اس زمانہ میں جو کچھ کیا وہ بھی بہزار دقت پریشانی کیا۔ غرض بہت کچھ ہو گیا خدا کرے یہ تحریک روز بروز عورتوں میں قوت حاصل کرے۔

یہ بھی ایک عجیب قابل بیان لطیفہ ہے کہ بورڈنگ کے افتتاح کے وقت

سرکار عالیہ نے کنجی سے قفل تو کھول دیا لیکن تلی چونکہ انگریزی وضع کی اور نئی ہونے کے باعث بہت سخت تھی اس لئے حضور عالیہ سے کوششوں کے ساتھ بھی نہ کھلی اور کئی بی بیوں نے کوشش کی مگر بے فائدہ۔ اسی وجہ سے سب کے دلوں میں ایک بے چینی سی پیدا ہو گئی، آخر بیگم خواجہ عبدالمجید صاحب بیرسٹر نے آگے بڑھ کر قوت کے ساتھ کھول لیا مگر اس جد و جہد سے اُن کے ہاتھ میں ایک زخم آ گیا۔ اس واقعہ کو ملاحظہ کر کے نواب بیگم صاحبہ جنجیرہ نے اُس وقت بہت موزوں فرمایا کہ "خواتین دیکھو یہ تعلیم نسواں کے دروازے ہیں زبردستی اور دقّتوں سے ہی سہی لیکن آخر کار کھولنے میں ہم لوگ کامیاب ہو گئے ہیں" یہ فقرا ایسا برمحل اور دلفریب تھا کہ اس پر خوب قہقہہ پڑا اور چیرز ہوئے۔

دوسری مارچ کو ہم لوگ ریل کے ذریعہ سے سرکار عالیہ کے سیلون میں دہلی روانہ ہوئے اور سرکار عالیہ نو بجے کالج کی شاخ سائنس کا ملاحظہ فرما کر موٹر کار میں دہلی روانہ ہوئیں۔ ہم لوگ سیلون میں ہی مقیم رہے اور سرکار عالیہ نے گورنمنٹ ہاؤس میں قیام کیا۔

تیسری کو والیان ملک کی اعلیٰ تعلیم کی میٹنگ ہوئی جس میں سرکار عالیہ شریک ہوئیں۔ ہزاکسلنسی سے پرائیویٹ ملاقاتیں بھی ہوئیں۔ بیگم صاحبہ جنجیرہ بھی ہزاکسلنسی لیڈی ہارڈنگ سے ملنے کو گئیں۔

یہ میٹنگ جس کی شرکت کے لئے سرکار عالیہ تشریف لے گئی تھیں۔ کئی

سال سے اس لئے منعقد ہوتی ہے کہ والیان ملک کی اولاد کے لئے اعلیٰ تعلیم
کے وسائل مہیا کئے جائیں۔ ۱۹۰۹ء میں سرکار عالیہ نے سب سے پہلے اندور میں
ڈیلی کالج کی کونسل میں یہ رائے پیش کی تھی کہ جو تعلیم چیفس کالجوں میں ہوتی ہے
وہ ناکافی ہے اس میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ اور یہ کہ روسار کی ایک علیحدہ
یونیورسٹی ہونی چاہیئے جو ڈگریاں عطا کرے۔
اس تجویز پر بڑی بڑی بحثیں ہوئیں اور حضور عالیہ نے ہر میٹنگ میں اپنی
تجویز پر نہایت معقول اور پُرزور دلیلیں پیش کیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب بیادگار حضور
ملک معظم شہنشاہ ہند ایک کالج بنے گا۔ جو ڈگریاں بھی دے گا۔ حضور عالیہ کی
یہ کوششیں والیانِ ملک کی تعلیمی تاریخ میں آبِ زر سے لکھی جائینگی۔
خدا کرے کہ حضور عالیہ کی ہی کوششوں سے ہم عورتوں کی بھی ایک یونیورسٹی
قائم ہو۔

پانچویں مارچ کو سرکار عالیہ کے ساتھ ہمشیرہ اور میں بھوپال واپس آئے۔ اصل
غرض یہ تھی کہ نمائش مصنوعات خواتین ہند میں شریک ہوں مگر افسوس

قسمت تو دیکھئے کہ کہاں ٹوٹی ہے کمند
دو چار ہاتھ جبکہ لبِ بام رہ گیا

ساتویں مارچ کو نمائش کی افتتاح کا روز تھا لیکن نواب بیگم صاحبہ جزیرہ علیل
ہوگئیں۔ نزلہ زور کے ساتھ گرا۔ گلے میں درد کی شدت تھی۔ بخار بھی تیز تھا ڈاکٹر صاحب

کی رائے تھی کہ کمرہ سے باہر نکلیں اور خاموشی کے ساتھ رہیں میزبان اور مہمان سب کی ناامیدی کا کیا پوچھنا ہے ہر کوئی افسوس کرتا رہا مگر کیا کیا جائے مجبوری تھی۔

میں تو پژمردہ دل کے ساتھ افتتاح کی رسم میں شریک ہوئی محل سے چھوٹی دلہن صاحبہ (شاہ بانو بیگم صاحبہ) کے ہمراہ گئی

ہماری بگھی ٹھیک وقت پر عالی منزل کے پھاٹک پر پہونچی اور ہم لوگ اتر کر اندر داخل ہوئے منتظمین نے جھنڈوں پھریروں اور رنگ برنگ کی کمانوں سے باغ کے چپہ چپہ کو گلشنِ انبساط بنا دیا تھا اس پر طرہ یہ کہ بیگمات ذوی الاحترام سے تمام روشیں اور گذرگاہیں بھری ہوئی تھیں پھاٹک کے نزدیک پردہ کی اوٹ میں منتظمہ کمیٹی کی خواتین اپنے اپنے بیج پہنے ہوئے خندہ پیشانی کے ساتھ خیر مقدم کر رہی تھیں اور سرکار عالیہ کا انتظار ہو رہا تھا ہم لوگ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے چاروں طرف نگاہیں ڈالتے آگے بڑھتے چلے گئے۔ دائیں طرف چار پانچ بڑی دکانیں جو سطح باغ سے تین چار فٹ بلند ہیں۔ اشیائے نمائشی سے سجی ہوئی تھیں مگر دریافت سے معلوم ہوا کہ ان دوکانوں میں سلطانیہ اور وکٹوریہ گرلز اسکول کی لڑکیوں کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں یہ سُن کر واقعی بڑی مسرت ہوئی اور جب میں نے غور سے دیکھا اور دوکانوں کو جھانک کر مشاہدہ کیا تو معلوم ہوا کہ اکثر تو عمر طالبات اپنے اپنے اسکول کی دستکاریوں کو بھولی بھالی اداؤں سے فروخت کرنے کے

لئے ہلکے پھلکے لباسوں میں ملبس بڑی چستی سے مشتریوں کا انتظار کر رہی ہیں اس نمائش سے میرا دل دُونا بلکہ چوگنا خوش ہوا۔ گویا سونے پر سُہاگہ اور اپنے دل ہی دل میں کہتی رہی کہ ان دُکانوں کی اشیاء خوب ہی فروخت ہونگی کون ایسی بیوی ہوگی جو ان کی حوصلہ افزائی نہ کرے گی خیر اس طرح کے خیالات آتے اور جاتے رہے۔ روشنوں پر بہنوں سے ملاقات ہوتی رہی کوئی رسالہ "خاتون" کی یاددہانی کر کے متوجہ کرلیتی تھی کوئی تہذیبی بہن ہونے کا ثبوت دیتی تھی کوئی افتتاح کلب بھوپال کا زمانہ یاددلاتی تھیں (جس وقت پہلی دفعہ ہم یہاں آئے تھے) علیٰ ہذا القیاس کچھ نہ کچھ ذریعہ وسیلہ وساطت کہیں نہ کہیں شناسائی کا کام دیتی تھی۔ اس طریقہ سے آہستہ خرامی کی حد ہوگئی۔ میں نے اپنے دل سے کہا کہ آہستہ خرام بلکہ مخرام زیر قدمت ہزار جانست اس طرح اور اس درجہ رکتے تھمتے نمائش گاہ کے برآمدے میں پہونچے کُل برآمدہ بی بیوں سے بھرا ہوا تھا جو قطار بنا کر چوکیوں پر بیٹھی تھیں۔ اتنے میں بینڈ کی آواز سُنائی دینے لگی معلوم ہوا کہ حضور عالیہ رونق افروز ہو رہی ہیں۔ سب کی نگاہیں اس طرف لگی رہیں جب حضور عالیہ داخل ہوئیں تو سب سروقد تعظیم کے لئے کھڑی ہوگئیں اور سرکار اپنے شاہانہ وقار اور مشفقانہ انداز کے ساتھ رونق افزائے مجلس ہوئیں۔

بڑی دولہن صاحبہ (قیصر دلہن) اور چھوٹی دولہن صاحبہ کی کرسیاں سرکار کے نزدیک تھیں۔ شاہ بانو بیگم صاحبہ نے اپنی تقریر جو بطور اڈریس کے تھی

پڑھی۔ لیکن حاضرین پوری طرح سُن نہ سکے کیونکہ مجمع کثیر، اور فاصلہ زیادہ تھا۔
میں بھی اپنی دوست سہروردیہ بیگم صاحبہ کے ساتھ ذرا کچھ نزدیک کھڑی تھی
میں نے سُننے کی کوشش کی اور کسی قدر کامیاب ہوئی اس تقریر کے ختم
ہونے پر سرکار عالیہ نے حوصلہ افزا اسپیچ دی اور پھر نمائش کے افتتاح کی رسم کو
ادا کرتی ہوئیں آپ نے قدمِ مبارک نمایش گاہ میں رکھا۔ یہ دیکھتے ہی حاضرات
اُمنڈ پڑیں اور بے قاعدہ گھُسنا شروع کیا۔

جن لوگوں کو اس طوفان بے تمیزی سے نفرت تھی وہ راستہ صاف ہونے
کے انتظار میں کھڑی رہیں۔ اور جب موقع ملا تو سیر کے واسطے نمائشی کمرہ میں
داخل ہوئیں۔

میں نے اس بڑے کمرہ کو بڑی شوق کی نگاہوں سے دیکھا۔ ممالک مختلفہ
سے زنانہ دستکاریاں آئی ہوئی تھیں بعضے کام بہت ہی نادر اور انوکھے تھے
واقعی بڑی دیدہ ریزی اور جانفشانی سے نمونے طیار کئے تھے خصوصاً بھوپال
والیوں نے رنگ رکھا۔ ان لوگوں نے عمدہ عمدہ دستکاریاں تیار کی تھیں سرکار عالیہ
نے کئی چیزیں اپنے دستِ مبارک سے تیار کرکے نمائش کی زیبائش کو بڑھا دیا تھا
جناب قیصر دُلہن صاحبہ کی دستکاری بھی دیکھ کے خوشی ہوئی۔

جناب شاہ بانو بیگم صاحبہ کا نقشی کام اور دستکاری بھی قابل تحسین ہے
محل والیوں کے بھی نمونے بہت سے تھے۔ جناب اقتدار دلہن صاحبہ کا گُلا د

کا کام قابل ستائش ہے۔ اور مسس وہاج الدین صاحبہ کی چکن دوزی مع کٹاؤ کے کام کی قابل صلہ تھی اسی طرح اور اور بیگمات نے جن کے ناموں سے میں کم واقف ہوں بہت ہی اچھے اچھے کام کئے تھے مختلف اضلاع کے اسکولوں سے بہت اچھے کام بن کر آئے تھے۔ عالی منزل نمائش کے واسطے بہت ہی موزوں اور اُس کا کمرہ بہت وسیع ہے۔ لیکن روشنی اور اُجالا بہت کم معلوم ہوا جس کے سبب سے دستکاریوں کی خوبی پوری طرح دکھائی نہیں دیتی تھی اکثر میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ یوروپین موٹے موٹے کروشل ورک بہت سی بی بیوں نے کرکے رکھے تھے کاش اس کے عوض چکن دوزی۔ کٹاؤ کا کام زربافی زردوزی، کشیدہ وغیرہ پر دھیان کریں۔

میری رائے ہے کہ پرانے کاموں کی ترقی کے واسطے خاص خاص انعامات آئندہ مقرر کرنے چاہئیں تاکہ ایسی نفیس دستکاریاں ہمارے ملک سے مفقود نہ ہو جائیں۔ نمایش گاہ میں کوئی گھنٹہ بھر سیر کرتے رہے بعدہٗ سرکار عالیہ اپنی پارٹی میں شریک ہونے کے واسطے تشریف لے گئیں۔ ان کے بعد تمام مجمع متفرق ہو کر باغ کے مختلف حصوں میں دکھائی دیا جا بجا گنگلے والیاں۔ بھُجیے والیاں اور بھی مختلف اشیاء کو فروخت کرنے کی غرض سے بیٹھی ہوئی تھیں اور جانے آنے والیوں کی طرف ہاتھ بڑھا بڑھا کے اپنی طرف مخاطب کرتی تھیں۔ ہم سیر کرتے ہوئے اُس جگہ واپس آئے جہاں سے ایک روش پھاٹک تک چلی جاتی تھی اور دوسری

روش چند زینوں سے اُتر کرتاج محل تک پہونچتی تھی اور اسی روش کی ایک شاخ اس چبوترہ پر پہونچاتی تھی جہاں پارٹی کا انتظام تھا۔ یہ جگہ بہت ہی خوش نما اور وسیع ہے یہاں بھی خوب صورت جھنڈیاں اور رنگین کمانیں نظروں کو اپنا گرویدہ کئے لیتی تھیں اسی جگہ خورد نوش کا اہتمام تھا چبوترے کے مقابل نیچے چھوٹی چھوٹی لڑکیاں جھولے جھول رہی تھیں اور کھیل کود میں مصروف تھیں انھوں نے اپنی خوش آوازی اور چہل پہل سے پارٹی کا لطف بڑھا دیا تھا یہ عمارت بڑی سہانی جگہ ہے اور شاہجہاں آباد میں واقع ہے۔ اس محلہ کو جس میں بڑے بڑے محل اور مکانات واقع ہیں سرکار عالیہ کی والدہ محترمہ نے تعمیر و آباد کرایا تھا اور اس لئے اُن کے نام سے موسوم ہے اس عمارت کا نام عالی منزل ہے جو مع اپنے باغ کے کلب کے کام میں آتی ہے۔ پردہ دار خواتین کے واسطے بہت ہی مناسب اور موزوں جگہ ہے تھوڑی دیر تک پارٹی کا لطف رہا پھر دونوں وقت ملتے اپنی اپنی فرودگاہ پر واپس آگئے آٹھویں مارچ کو قیصر دُلہن صاحبہ کی طرف سے پارٹی ہوئی۔ افسوس کہ ہمشیرہ کی علالت کی وجہ سے میں نہ جاسکی جس کا افسوس رہا۔

نویں مارچ کو شہریار دلہن صاحبہ کی طرف سے پارٹی تھی۔ اس میں میں چھوٹی دُلہن صاحبہ کے ہمراہ شریک ہوئی اور بروقت پہنچکر نمایش کی اچھی طرح سیر کی سلطانیہ اور وکٹوریہ گرلز اسکول کی اشیاء کو دیکھا اور اُن میں سے انتخاب

کر کے خریدا سچ یہ ہے کہ چیزیں اچھی بنی ہوئی ہیں۔

سرکار عالیہ کے تشریف لانے کی بینڈ کی آواز سے خبر ہوئی۔ نمائش پر نظر ڈالکر پارٹی میں شرکت کی قیصر دلہن صاحبہ تشریف لائی تھیں لیکن شہریار دلہن صاحبہ کسی مجبوری سے شریک نہ ہوسکیں مسز ڈیوس سے ملاقات ہوئی جو پولٹیکل ایجنٹ حال کی بیوی ہیں اور آج تو بہت زیادہ سب بی بیوں سے ملنے جلنے کا موقع ملا اس وقت مسلمان خواتین کے جلسوں میں شرکت کی غرض سے دور دراز کی رہنے والیاں تشریف لائی تھیں۔ خجستہ اختر بانو سہروردیہ بیگم صاحبہ کلکتہ سے، رفیع الدین احمد صاحب کی بھتیجیاں بمبئی کے قرب و جوار سے ہم لوگ بمبئی سے اور نزدیک کی تو کئی بی بیاں آگئیں تھیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اتنا مجاز بیچاریوں نے پایا جو اپنے گھر سے نکل کر غیر ملکوں تک شریک جلسہ ہوئیں انواع و اقسام کی چیزیں نوش جاں فرما کر سب بی بیاں پھر کل ملنے کی امید میں بہ خوشی واپس گئیں۔

دسویں مارچ کو شاہ بانو بیگم صاحبہ کی طرف سے پارٹی تھی ان کے ہمراہ وقت معینہ پر میں بھی آئی نور جہاں بیگم صاحبہ ننھی سی بچی ہیں جو نواب محمد نصر اللہ خاں صاحب کی صاحبزادی ہیں وہ اکثر اپنی چچی کے ہمراہ چلتی تھیں بڑی پیاری اور بھولی بھالی لڑکی ہیں جس وضع داری سے وہ دوپٹہ پہنتی ہیں دیکھنے کے قابل ہے چھوٹی سی گڑیا معلوم ہوتی ہیں بلکہ کل کی پتلی کہنا زیادہ موزوں معلوم

ہوتا ہے۔ شاہ بانو بیگم صاحبہ کی تعلیم و تربیت اور ہی طریقہ پر ہوئی ہے۔ ان میں ایک ایسی خاص بات ہے کہ بے اختیار ان کی طرف دل راغب ہوتا ہے۔ سرکار عالیہ نے انہیں زیورِ علم سے اچھی طرح آراستہ و پیراستہ کیا ہے۔ ہنوز اُن کی تعلیم ہو رہی ہے۔ ابھی ان کا سن و سال ہی کیا ہے۔ پندرہ یا سولہ برس کا سن ہے ان کی ذات سے خواتین اسلام کی بہت کچھ امیدیں وابستہ ہیں۔ میں ان سے جہاں کہیں ملتی ہوں بہت ہی خوش ہوتی ہوں۔ آج کی پارٹی میں اور دلہنیں شریک نہیں تھیں لیکن مجمع میرے خیال میں بہ نسبت اور دنوں کے زیادہ بڑا تھا۔ سلطانیہ گرلز اسکول اور وکٹوریہ گرلز اسکول کی خاصی طالبات تھیں جو والنٹیر بن کر کھڑی ہوئی تھیں سنتی ہوں کہ جھنجنگ (فیصلہ مقابلہ) ہو گیا مسز ڈیوس صاحبہ نے سب انجام دیا مجھے تو یہ خبر ملی تھی کہ بارہ تاریخ کو جھنجنگ ہوگا۔ افسوس کہ مجھے مطلع نہ کیا ورنہ جج کی حیثیت سے میں بھی اپنی رائے دیتی۔ سرکار عالیہ سے معلوم ہوا کہ گیارہ تاریخ کوئی نو بجے آپ کے ہمراہ چل کے بھوپال کی بیگمات کی اشیاء کے واسطے مجھے بھی اپنی رائے دینی ہے اور چند اسکولوں کی اشیاء بھی رہ گئی ہیں ان کا بھی انتخاب لازمی ہے۔ بہر حال جو کچھ بھی ہو۔ گیارہ تاریخ کو سرکار کے ہمراہ جھنجنگ کے واسطے میں گئی اور بھوپال والیوں کی نادر اشیاء انتخاب کرنے میں اور سرکار کو متوجہ کرنے میں ہم ججوں نے بھی مدد دی بعض بے نظیر دست کاریوں پر تمغے اور انعامات دئے جانے کا ارادہ

سرکار عالیہ نے ظاہر فرمایا یہ کام ختم کرکے واپس لوٹے۔ خدا کی مہربانی سے ہمشیرہ کی طبیعت بحال ہو رہی ہے بارہ[۱۲] تاریخ کو شاہ بانو بیگم صاحبہ کے ہمراہ نمائش گاہ چلی سرکار عالیہ کا کوئی کام باقی نہ تھا اس لئے وہ تشریف لے گئیں۔ آج تھوڑا مجمع تھا دلہن صاحبہ نے اپنی تقریر پڑھی جس میں کارپردازوں کو تحسین کی تھی اور ہم لوگوں کے واسطے بھی حوصلہ افزا الفاظ تھے جس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اتنا میں ضرور کہوں گی کہ یہ آپ کی عنایت ہے ورنہ ہم نے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کیا جو ہمارے قومی جذبات و انسانیت کا اقتضا تھا۔ بعدہٗ سکرٹری آبرو بیگم صاحبہ نے ان بیگمات و خواتین کے نام نامی پکارے جن کی دستکاریوں کے صلہ میں انعامات و تمغے نصیب ہوئے ہیں۔ بعدہٗ جلسہ ختم ہو گیا اور آج سے سولہ[۱۶] مارچ تک مردوں کے لئے نمائش کھلی رہے گی۔ سنتی ہوں کہ آٹھ[۸] مارچ سے بارہ[۱۲] مارچ تک چار آنے اور دو آنے فی ٹکٹ کے حساب سے کافی آمدنی ہوئی۔ اس بات سے میں تو بہت خوش ہوئی سرکار نے یہ تجویز کیا ہے کہ بھوپال کے لئے خاص ہر سال نمائش ہو گی اور ہر تیسرے برس کل ہندوستان کی مستورات کے واسطے چشمہ فیض جاری رہے گا۔

خداوند کریم سرکار عالیہ کو عمر طبیعی دے اور فرصت دے تاکہ اپنے نیک ارادے پورے کر سکیں۔ آمین۔

بڑودہ میں تقریب شادی

ہز ہائینس مہارانی صاحبہ بڑودہ نے اپنے منجھلے لڑکے راج کمار شیواجی راؤ صاحب کے بیاہ میں شریک ہونے کی غرض سے عرصہ سے دعوت دی تھی، میری ہمشیرہ نواب بیگم صاحبہ جزیرہ سے انھیں نہایت درجہ الفت ہے بلکہ یہ کہنا بالکل غیر واجبی نہ ہوگا کہ اپنی حقیقی ہمشیرہ کی طرح انھیں عزیز رکھتی ہیں۔

اس کتخدائی سے پیشتر تو نہ آسکیں لیکن لگن کے روز (یعنی عقد کے دن) جو عیسوی تاریخ ۱۰ دسمبر ۱۹۱۳ء تھی اُس روز شہر بڑودہ میں اپنی ہمشیرہ اور کارپردازوں اور ملازمین کے ہمراہ سویرے منہ اندھیرے پہنچیں ریاست کے دستور کے مطابق استقبال کے لئے اہلکار اور سردار موجود تھے اور ویٹنگ روم میں رانی بدیاوتی بائی صاحبہ (جو متوفی ولیعہد کی نوجوان بیوہ ہیں) تشریف رکھتی تھیں انھوں نے حسب دستور ہار، گلدستہ، عطر اور گلاب سے خیر مقدم کیا، بعدہ موٹر میں اپنے ہمراہ راج محل کے احاطہ میں اُس مہمان خانے میں لے گئیں جہاں نواب بیگم صاحبہ کے لئے انتظام قیام کیا گیا تھا، یہ جگہ نہایت پرفضا، پردہ دار اور پرانے بڑے بڑے درختوں سے حصار باندھے ہوئے ہے۔

راج محل وہ عظیم الشان عمارت ہے موجودہ مہاراجہ صاحب نے اپنے لئے چالیس لاکھ روپیہ صرف کرکے تیار کرائی ہے، اس عمارت کا "دربار ہال" نہایت نفیس کاری گری کا نمونہ ہے، زمین پر "وینس" کی پچے کاری کا فرش ہے، دیواریں، چھت، سب اعلیٰ درجہ کی کاری گری کا نمونہ ہیں، برسوں تک کام جاری رہنے کے بعد تکمیل ہوئی ہے، جب یہ محل تیار ہوا تو اس کا احاطہ چار میل مربع رکھا گیا، اس احاطہ میں بہت سی قدیم عمارتیں اگلے راجاؤں کی بنوائی ہوئی بھی ہیں جو الگ الگ باغوں کے نام سے آج تک مشہور ہیں مثلاً چمن باغ، مسٹو باغ، وشرام باغ، موتی باغ، اور یہ مہمان خانہ جہاں اسکول تھا، مہاراجہ صاحب اور اُن کے بچوں نے یہیں تعلیم پائی ہے، اب تک بھی ایک حصہ اسکول کے کام میں آتا ہے، اس کوٹھی میں بہت ہی کشادہ مہتابیاں، دالان، اور بڑے بڑے دیوان خانے ہیں، اور یہ جگہ نواب بیگم صاحبہ کے قیام کے لئے مخصوص کر دی گئی ہے۔ قدیم ڈیول بھی کہیں کہیں نظر آتے ہیں عجیب وضع کل احاطے کی ہے، پرانے پرانے گنجان درختوں نے ہر باغ کو ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ کر دیا ہے اور یہاں تک اس کی علیحدگی ہے کہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ پڑوس میں کوئی عمارت موجود ہے۔ اس کل علاقہ کی بڑی خوبی یہ ہے کہ پرانی حالت قائم رکھکر نئی ضرورتوں کو پورا کیا ہے، جابجا باؤلیاں اور کنوئیں بھی، دکھائی دیتے ہیں، فتح باغ بھی اسی جگہ ہے جو مہارانی صاحب

کا خاص باغ ہے اس میں قسم قسم کی ترکاریاں پھل اور پھول ہیں جس طرح چھوٹی چھوٹی روشوں یا راستوں پر اس احاطہ میں چپ چاپ بے کھٹکے سیر کیجا سکتی ہے اسی طرح گاڑیوں اور موٹروں میں بھی پھر سکتے ہیں، بہت ہی صاف شفاف راستے اور روشیں بنوائی گئی ہیں "بیاڈ منٹن" اور "ٹینس" مہارانی صاحبہ اچھا کھیلتی ہیں اور اس کے لئے جگہ مخصوص ہے، پرانی اور نئی جھلک سے یہ خطہ خلط ملط ہے اور اسی واسطے زیادہ پُر فضا اور دل پسند ہے گجرات میں بندروں کے قافلے ہر جگہ نظر آتے ہیں، اسی طرح ان بڑے بڑے درختوں پر بھی بندروں کے خاندان کے خاندان اُچکتے پھاندتے دکھائی دیتے ہیں ان میں کسی قدر انسانی خاصیت ہے ان کا چڑانا، نقل کرنا، بندر زادوں اور بندر زادیوں کا جھگڑنا، روٹھنا، منانا، اُن کی بچوں کے ساتھ ماتا حیرت انگیز ہے، بعض اوقات انہیں کا تماشہ دیکھنے میں کچھ وقت کٹ جاتا ہے مگر اُن کا ستانا اور گھروں میں داخل ہونا عذابِ عظیم ہے اگر کمرہ کھلا ہوا ہے اور وہاں کوئی موجود نہیں ہے تب تو خدا ہی حافظ ہوتا ہے اور چھوٹی بڑی چیزوں پر دست درازی کرنے اور اُچک کر نو دو گیارہ ہو جانے میں انھیں کمال حاصل ہے[۵] ہے، اس کے علاوہ گلہریوں کی دق کرنے والی لیکن پیاری

---

[۵] بندروں کا ذکر کرتے ہوئے دو واقعے یاد آئے جو لطف سے خالی نہ ہوں گے، ناظرین کی دلچسپی کے واسطے لکھتی ہوں۔ میرا چھوٹا بھائی علیگڈھ کالج میں تعلیم پاتا تھا اُس زمانہ کا ذکر کرتے ہوئے اس نے اپنے چشم دید واقعے بیان کئے جن کو سننے سے مجھے لطف پیدا ہوا اور یقین ہے کہ جو پڑھے گا اُسے لطف

ادا عجیب کشاکشی میں انسان کو ڈال دیتی ہے، اُن کی آواز بھی بہت دل لبھانے والی ہے مگر ہر چیز کو دانتوں سے کُتر کُتر کر ریزہ کرنا یہ بھی انھیں کا شیوہ ہے اور خوب اچھی طرح پھرتی سے اس کام کو انجام دیتی ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۶ - آسئے گا وہ کہتا تھا کہ سنگاڑے کے موسم میں بندر اپنے سر کو کیچڑ سے بھر کر سنگاڑے کو توڑتے ہیں اور اپنے سر پر کیچڑ کے سہارے جمع کرتے جاتے ہیں جب تک کہ سر پر گنجائش رہتی ہے پھر وہ پانی میں سے نکل آتے ہیں اور وہیں کنارے پر اپنے سر کو جھٹکا دے کر سنگاڑے زمین پر گرا دیتے ہیں اور چُن چُن کے جمع شدہ سنگاڑے کھا جاتے ہیں، اور اس حکمت کے ساتھ اس طرح تازہ تازہ سنگاڑوں کو شکم سیر کھاتے ہیں۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ جب کھیت میں بھُٹے تیار ہوتے ہیں تو یہ حشرات کھیتوں کا ستیاناس کرنے کو موجود ہو جاتے ہیں۔ اور اچھا اچھا پختہ بھٹا توڑ کے بغل میں دبا کر دوسرا توڑتے اور اُس کو بھی اسی طرح بغل میں پکڑنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہاتھ کھولتے ہی پہلا بھٹا گر جاتا ہے جس کے متعلق اُن کو خبر بھی نہیں ہوتی ہے پھر تیسرا بھٹا توڑ کر بغل میں دباتے ہیں، اسی طرح سیکڑوں بھٹے توڑ توڑ کر بغل میں دبائے چلے جاتے ہیں اور اگلے بھُٹے کو لاعلمی میں گراتے جاتے ہیں اس طرح جب دل بھر کر کھیت ستیاناس کر لیتے ہیں اور اپنی خوش قسمتی پر ناز کرتے ہوئے باہر آتے ہیں اُس وقت بھٹوں کو خوب لذت سے کھانے کی ہوس میں جب بغلیں جھانکتے ہیں تب صرف اخیر کا توڑا ہوا ایک ہی بھٹا نظر آتا ہے ورنہ بادست محنت کی تہی سے ستیاناس کرنے کی سزا ار عینی ناکامی اور حسرت نصیب ہوتی ہے۔ اور جھلا کر رہ جاتے ہیں کہ کردنی خویش آمدنی پیش۔

جس روز یہاں پہونچے شام کو سواری دیکھنے کا انتظام راجہ صاحب کی طرف سے تھا ہم لوگ بر وقت وہاں پہونچے، تمام راستوں پر دو رویہ لشکر موجود تھا یہ جگہ جھنڈیوں سے بے رونق تھی، اس جگہ ایک حصہ خاص مہارانی صاحبہ کے لئے مخصوص تھا جہاں ہم کو بھی لے گئے ریاست کی رانی صاحبات مع اپنے بچوں کے بہت ہی پُرسلیقہ ساڑہی باندھے ہوئے موجود تھیں، رنگوں کی ملاوٹ سلیقہ مند ہونے کا ثبوت دیتی تھیں، انگریزی خاصی بولتی ہیں تھوڑی دیر بعد مہارانی صاحبہ مع دونوں بہوؤں اور رشتہ داروں کے جلوہ گر ہوئیں، ماشاء اللہ کیا پاکیزہ صورت خدا نے ان کو بخشی ہے ان کے سن و سال کے لحاظ سے حیرت ہوتی ہے کہ خدا نے کیسا نور اور جلوہ بخشا ہے گلاب کی پنکھڑی کے مانند اُن کا رنگ ہے اور جلد کی خوبی بھی کچھ نرالی ہے، بہت ہی سڈول اور خوش اندام بی بی ہیں اور اُس پر طرہ یہ کہ نہایت انمول جواہرات اور نایاب موتیوں کے زیورات سے آراستہ وپیراستہ تھیں، الماس کا بے نظیر جھومر جو ابھی یورپ سے بنوا کر لائی ہیں اُن کے حسن کی آگ کو اور بھڑکا تا تھا، ہاتھوں اور انگلیوں میں بھی الماس ہی الماس، پیروں چار چار الماس کی چوڑیاں و انگلیوں ہیرے کے چھلّے اُنکے گورے گورے پیروں میں لبغیر ..... کے یہ سب بہت ہی بھلے معلوم ہوتے تھے، بحیثیت مجموعی بقعۂ نور معلوم ہوتی تھیں تھوڑی دیر ٹھیر کر جلوس دیکھا، پہلے لشکر الگ الگ رنگ کی وردیاں پہنے ہوئے چلا گیا ہاتھی پر دولھا بیٹھا ہوا تھا، مہاراج اور اہلکار

وغیرہ پیدل چلے جارہے تھے، بعدہٗ ہم سب گاڑیوں میں سوار ہوکر نذر باغ آئے اور شامیانے کے زنانے دائرہ میں بیٹھ کر لگن کی رسم کو دیکھا، یہ شامیانہ بہت ہی بڑا اور شاندار بنا ہوا تھا، چھت ریشمی کپڑے کی بنی ہوئی تھی اور کل شامیانہ بنارسی مشرنتہ پردوں سے مرتب کیا تھا، شامیانے کے ستونوں پر بھی عمدہ نقش کئے ہوئے تھے، پھول بھی مشرنتہ لگائے تھے اور سبز پتے حقیقت میں ایسے خوشی کے کاج کے لئے رنگ اور وضع نہایت موزوں تھی، اس پر طرہ یہ کہ شامیانہ تمام بجلی کی روشنی سے جگمگا رہا تھا، ایک بازو پر چھت تھی چھوٹا سا نقش نگار کیا ہوا خوبصورت چار ستون پر چھت بنایا ہوا تھا اور اس پر ہرہٹی میں مبارک عبارت لکھی ہوئی تھی اس کے چاروں طرف بڑے بڑے تانبے کے مٹکے رکھے ہوئے تھے جن کے دونوں طرف چاندی کے چھوٹے چھوٹے کلسے تھے اور انھیں ایک دوسرے پر رکھ کر ستون بنایا گیا جو بہت دل حسپ معلوم ہوتا تھا، ایسے چار ستون تھے، دستور یہ ہے کہ یہ بڑے تانبے کے مٹکے رشتہ داروں میں تقسیم کردئے جاتے ہیں، چقوں کی آڑ سے مردانہ حصے میں "لگن" لگایا جا رہا تھا وہ اچھی طرح دیکھا حضور مہاراجہ بڑودہ اور دوسرے راجہ، شہزادے، اہلکار، رشتہ دار، سب موجود تھے، دولھا اور دولھن کے درمیان سفید چادر پکڑی ہوئی تھی، برہمن نے نکاح پڑھا اور سب لوگ اندر باہر سے اس وقت تک دولھا دلھن پر چاول پھینکتے رہے جب تک کہ عقد ہوتا رہا عقد کے بعد بھی دیر تک کچھ پڑھا جاتا رہا اور رہ رہ کے بینڈ کے مبارک باد کے نغمے عجب

دلچسپی پیدا کر رہے تھے۔

اس طرح دو لہا دولہن مضبوط رشتہ میں متحد ہو گئے، مبارک سلامت کی آوازیں بلند ہوئیں، دولہن اندر آئی مہارانی صاحبہ کے پاؤں پڑے پھر اُس کو باہر لے گئے، اس قدر گھونگٹ نکالے ہوئے تھی کہ چہرہ نہ دیکھ سکے اس کارروائی کے بعد "نذر باغ" کے محل کی طرف مہارانی صاحبہ تشریف لے گئیں جو چوطرفہ قناتوں سے محفوظ تھا اور اُن کے ساتھ ساتھ نواب بیگم صاحبہ جزیرہ، بہوئیں، اور رانیاں، رشتہ دار، اہلکارنیاں، تماشائی دعوتی وغیرہ وغیرہ سب جوق جوق چلے اور بالاخانہ پر پان اور چھالیہ کا دربار منعقد ہوا، ایک بڑے کمرے میں ایک حصہ مخصوص کر کے زردوزی مربع قالین بچھایا تھا اور ایک خاص الخاص حصہ کے وسط میں چھوٹا سا بہت ہی گراں بہا زربفتی مسند بچھا کر گاؤ تکئے لگا دئے تھے، اس پر مہارانی صاحبہ بذات خاص مسند نشین ہوئیں اور اپنے قریب نواب بیگم صاحبہ جزیرہ کو بٹھایا، بعدہ سب رانیاں، بہوئیں اور مرتبہ والیاں چوگرد بیٹھ گئیں اور دوسرا جم غفیر قرینہ سے قطار در قطار بیٹھ گیا، سب درجہ والیوں کو رانی پدماوتی بائی صاحبہ کی مدد سے منجلی بہو نے جن کا نام شکنتلا راج ہے پوشاکیں تقسیم کیں، پھر پان چھالیہ، ناریل، پھول، گنگرو وغیرہ تقسیم ہوتا رہا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ رقاصہ اپنی شوخ اور عجیب وضع سے ناچتی بلکہ ٹھُمکتی تھی، دو تین اور بھی طائفے منتظر دوسری طرف کھڑے تھے اس امید سے کہ یہ آگرے والی ذرا تھم جائے تو وہ

بھی اپنی اپنی جلوہ گریاں دکھا کر حاضرین کو اپنی طرف نظر پھیرانے کا موقع دیں
مگر یہ اللہ کی بندی موقع کو کب ہاتھ سے چھوڑنے والی تھی جا دوروں کی آرزوئیں
بر آئیں، دربار کے ختم ہونے تک اس عورت نے اپنے مُنہ کو بند نہ کیا نہ پیر کی
حرکت موقوف ہوئی ایک ساں تھرکتی اور گاتی رہی اس کا دہانہ بلا کا تھا مُنہ
کھُلا اور یہی گمان پیدا ہوا کہ اندھیرا غار پیدا ہوا ہے کیونکہ اس درجہ مسی سے
اپنے مُنہ کے اندرونی حصہ کو سیاہ کیا تھا کہ خدا کی پناہ، بس مُنہ کھلا اور بڑی رونق
بنی، یہ دربار کوئی سوا نو ۹ بجے ختم ہوا، اور سب اپنے اپنے قیام گاہ پر لوٹ آئے
سوائے رشتہ داروں اور ہم تو ہم بی بیوں کے کہ جن لوگوں کو کھانے کی دعوت میں
شریک ہونا تھا۔

یوں تو دن بھر اور رات کو بھی کچھ نہ کچھ رسمیں ادا ہوتی رہیں مگر میں ان ہی رسوم
کا ذکر کرتی ہوں جنھیں ہم نے بچشم خود دیکھا ہے۔

آج اُنیس ۱۹ دسمبر کو ڈھائی بجے اِس شامیانے میں گئے جہاں دولھا دولہن
کی تیل ہلدی کی رسم ادا ہوئی۔ یہ وہی منڈوا تھا جہاں لگن لگا تھا فرش سفید
چاندنی کا تھا، مقابل دولھا دُلہن چاندی کی چوکیوں پر بٹھائے گئے دولھا دُلہن
کے ہاتھ سے چھوہارے اور چند اور چیزیں نکالنا چاہتا تھا اور دولہن دولھا کی
مُٹھی کھولنے کی کوشش کرتی تھی، اس طرح جھوٹم جھوٹی ہوتی رہی اور بعد
میں تیل ہلدی لگائی گئی اس کے بعد سب لڑکیاں ایک دوسرے پر پانی

میں ملائی ہوئی ہلدی گیند بنا بنا کر ایک دوسرے پر پھینکنے لگیں دو ڈھائی گھنٹے دوڑم دھاڑ اور اچھل کود کرتے ہوئے گذر گئے سب دل سیر ہو کر کھیلے، بوڑھے، جوان، نوعمر، جن سے ہو سکا سب نے اس طوفان تونخیزی میں اپنے کو شریک کر دیا۔ اور ہلدی کے چھاپوں سے اپنے کو زرد کر لیا۔ آج مہارانی صاحبہ ذرا مکدر تھیں وجہ آپ کے لڑکے پرنس بجے سنگھ راؤ صاحب کی علالت۔ آپ کی بیماری نے غیر معمولی طول کھینچا۔ اس وجہ سے فکر کے آثار آپ کے بشرہ سے ہویدا تھے اس واسطے وہ شریک نہ ہوئیں، ان صاحبزادے کی شادی پارسال نہایت اول درجہ کی مفقود اور موجود رسموں کے ساتھ ہوئی تھی۔ بوڑھوں کو بھی یہ شکایت نہ رہی کہ ہائے دل کا ارمان نہ نکلا۔ بلکہ نکلا اور شوق سے پورے دبدبے کے ساتھ نکلا جسے لوگ آج تک مزے لے لے کر یاد کرتے ہیں، یہ شادی بہ نسبت اس کے دبی ہوئی ہے، مگر رسوم کی پابندی مذہب کا جز ہو گیا ہے، اس میں تو شک نہیں کہ اس قسم کی رسمیں جوش دلانے والی باتیں ہیں اور فوجی ہنروں کی مددگار ہیں لیکن جان و مال کی بربادی بھی ضرور ہے۔

ہلدی بازی کے بعد سانٹ ماری دیکھنے کو گئے، یہ عجیب چیز ہے اور جتنا مجھے علم ہے ہندوستان کے کسی اور حصے میں ان جانوروں کی ٹکر مٹکری اس پیرایہ میں نہیں ہوتی ہے، سانٹ ماری کے لئے بہت بڑا حصہ مستحکم دیواروں سے مسدود ہے، یہ شوق بہت پرانا ہے، مرحوم راجگان اس کے بانی ہیں اور اس وقت

نہایت درجہ دلدہی سے اس کام کو انجام دیتے تھے اُن کے پاس کثرت سے ہاتھی موجود تھے ان میں سے چُن کر پورے مست ہاتھیوں کی لڑائی ہوتی تھی اب تو اس ریاست میں بہت کم ہاتھی رہ گئے ہیں اور ان میں ویسے آزمودہ جنگ بمشکل ہیں، خیر ہم کو مہارانی صاحبہ کے علاقہ میں داخل کیا اور وہاں سے تمام پہلوانوں کی کشتیاں، طوطے کے بندوق سر کرنے کی چالاکی، گینڈوں کی مڈبھیڑ، پاڑوں کی صاحب سلامت اور ہاتھیوں کی ٹکر کو خوب دیکھا مست ہاتھیوں کو جب ایک دوسرے کے مقابلے رکھ کر مہاوت ہاتھی کی برج کے الفاظ بولتے ہوئے جوش دلاتے ہیں، تب ان قوی ہیکلوں کا جھومنا، سونڈ کو ہلاتا اور جوش میں آکر فوراً ایک دوسرے کی طرف لپک کر سر ٹکرانا اور سونڈ سے اپنے کو وابستہ کرنا خالی از لطف نہیں، یہ سچ ہے مگر دل شکنی کا سامان ہے، اس میں بھی شک نہیں ہے جب خوب دشمنی سے چُور اور خون آلود اور زخموں سے بھرپور ہو جاتے ہیں تب پچھلے پیر میں کانٹے بھرا دئے جاتے ہیں اور اُن کو بے بس کر دیتے ہیں اس طرح رام کر کے میدان رزم سے لے جاتے ہیں، سب سے آخر ایک گھوڑے سوار کو ہاتھی کے مقابل چھوڑتے ہیں، سوار اُس کی سونڈ کے قریب قریب سے نکل جاتا ہے دائیں بائیں جھپکتا ہے، چڑاتا ہے اور ہاتھی کو پھر حلیہ و بہانہ سے جوش میں لاتا ہے پھر وہ بے تحاشا پیچھا کرتا ہے مگر اس وقت سوار اور ہاتھی کی ٹھیک نہ جمی اس لئے ان کی لڑائی نامکمل رہی ہر وقت ہر جانور کی لڑائی ٹھیک نہیں

ہوتی ہے، اس وقت ہاتھیوں کی لڑائی قابل لطف تھی اس کے بعد قیام گاہ آئے پھر رات کے ۹ نو بجے کھانے کی دعوت تھی اور کھانے کے بعد بزم رسوم گرم تھی، اس وقت بھی پوشاکیں تقسیم ہوئیں، یہ دعوت لڑکی کے میکے کی طرف سے تھی، بعد نوشاہ ہاتھی پر سوار ہو کر بڑے کروفر سے عمائدین شہر اور رشتہ داروں کے ساتھ گشت کرتے ہوئے محل پر پہنچا اور وہاں آدھی رات کو لڑکی کا نام سسرال کی طرف سے رانی کملا دیوی رکھا گیا۔

بیس ۲۰ دسمبر کو محل پر شاہی دعوت تھی، کوئی ایک سو چالیس ۱۴۰ مہمان اور میزبان شریک تھے۔ دربار ہال میں کھانے کا انتظام تھا اور ہم بالاخانہ کے جھروکوں سے دیکھتے تھے، مہارانی صاحبہ اپنے ملک میں سنتی ہوں کہ پہلی مرتبہ اس طرح اتنے بڑے مجمع میں کھانے کو باہر نکلیں، اس روز سیاہ ساڑھی باندھے ہوئے تھیں اور بہت ہی دل فریب معلوم ہوتی تھیں۔ تین طرف میز چنی ہوئی تھی درمیان میں فوارہ چل رہا تھا جس پر رنگ بدل بدل کر بجلی کی روشنی کا عکس گر کے دونا لطف پیدا کرتا تھا، اور یہ مہمانوں کے لئے ایک پر لطف نظارہ تھا۔ بینڈ کی خوش آیند آواز بھی رہ رہ کر دل و دماغ کو مفرح کرتی تھی، کوئی دو گھنٹے تک مہمان الوان نعمت کے کھانے میں مصروف رہے، بعدہ مہارانی صاحبہ کے ہمراہ رزیڈنٹ کی بی بی اوپر آئیں، دوسری بیبیاں بھی ساتھ تھیں وہ تمام حاضرین مجمع سے ملیں، ان میں اکثر بڑودے کے اہلکاروں کی بی بیاں تھیں

اور بعض باہر سے اس موقع پر آئی ہوئی تھیں کسی سے تعارف پیدا ہوا کسی سے شناسائی ہوئی، کسی سے دیرینہ پہچان تھی۔ غرض ملنے ملانے کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ کسی کے ناز و انداز دیکھنے کا موقع آیا۔ کسی کے بننے ٹھننے پر نکتہ چینیاں ہونے لگیں، بہرحال ہر بی بی اپنے دھن کی پکی تھی، کسی کے پھیروں میں آنے والی تھی ہی نہیں، کتب خانے میں کچھ دیر بیٹھ کے مزے مزے کی چہ میگوئیاں ہوتی رہیں، پھر آتش بازی دیکھنے کے لئے برآمدے اور غلام گردشوں سے چکر کھاتے ہوئے مہتابی پر پہونچے وہاں چوکیاں رکھی ہوئی تھیں ان پر بیٹھ کے آتش بازی کے مناظر کو مشاہدہ کرنے لگے، یہ آتش بازی بڑودے کی ساخت تھی، اور اُستادوں نے نئے نئے ڈھنگ اور الگ الگ رنگ کی آتش بازی ایجاد کرنے کی کوشش کی تھی، جس میں خاص طرح کامیابی نصیب ہوئی۔

سامنے حوض نظر آرہا تھا جس پر موقع بہ موقع بجلی کی روشنی سے چراغاں کر کے عجیب دلاویزی پیدا کر دی تھی، سب سے خطدار آتش بازی کے دو ہاتھی تھے، انہیں اچھی طرح سُلگا دیا گیا۔ آپس میں اُن کی ٹکر ہوتی تھی آگے پیچھے لائے جاتے تھے ان کی صورت شکل بہت صاف بنائی تھی اور بڑی صفت کے ساتھ بنایا گیا تھا ان کے علاوہ اور بھی کئی چیزیں اچھی تھیں، تھوڑی دیر اس طرح آتش بازی ہوتی رہی اس کے بعد خدا حافظ کی صدائیں بلند ہوئیں اور سب نے اپنی اپنی قیام گاہوں کا راستہ لیا۔

اکیس ۲۱ دسمبر کو رات کا کھانا محل پر تھا ہم لوگ بھی مدعو تھے۔ نہایت خوشی کی شام گذری، رات کو ساڑھے گیارہ بجے تک دعوت کا لطف رہا۔

بائیس ۲۲ دسمبر کو ہمشیرہ نواب بیگم صاحبہ کی دعوت خاص محل پر تھی دیسی وضع سے کھانا کھلایا اور پوشاک عنایت ہوئی۔

مہارانی صاحبہ کے ساتھ اکثر اوقات ہمشیرہ ٹینس کھیلتی ہیں انھوں نے خوب مہارت حاصل کی ہے ٹینس کوٹ ہماری قیام گاہ سے متصل ہے اور بہت ہی خوش نما جگہ ہے۔

پچیس ۲۵ دسمبر ابھی جاڑے کا موسم معلوم ہوتا ہے اور سردی اتنی ہے کہ احساس ہو، آج فیاض محمد گویے آئے تھے، یہ بڑودہ کی سرکار میں نئے ملازم ہیں اچھا گاتے ہیں۔

چھبیس ۲۶ دسمبر کو یہاں کی جامع مسجد میں بھائی عباس جو ہمارے چچازاد بھائی ہیں لے گئے تھے، بڑے پیمانہ پر مسجد تیار ہوئی ہے اس میں ایک قرآن شریف بہت ہی بڑا اور نہایت جلی خط سے چھپا ہوا نادر نمونہ ہے جب اس کو مسجد میں رکھنے کے لئے گئے ہیں تو بڑا تزک و احتشام تھا، چار اونٹوں کی گاڑی میں لے گئے تھے دیکھنے کے قابل ہے، اس مسجد کے بنوانے میں برادر موصوف نے سعی بلیغ فرمائی اور روپیہ فراہم کیا، جو عنقریب اختتام کو پہنچ گئی۔

اٹھائیس ۲۸ دسمبر کو مہارانی صاحبہ نے مکرپورہ میں جہاں ایک اور محل ہے

اور بڑا احاطہ ہے وہاں تمام دن گذارنے کی دعوت دی تھی۔ آج میں شریک نہ ہوسکی مگر ہمشیرہ سے تذکرہ سُنا، باغ میں ہی تمام دن گذارا۔ اور تمام بیبیوں نے اپنے ہاتھوں سے کھانا پکایا۔ مہارانی صاحبہ کی رشتہ دار بی بیاں اور سمدھنیں بھوئیں سبھوں نے ملکر کوئی پچاس قسم کی چیزیں تیار کیں اور دو بجے بڑی اشتہا کے بعد کھانا کھایا، پھر کسی قدر آرام کیا، آرام کے بعد کھانا ہضم کرنے کو مہارانی صاحبہ نواب بیگم صاحبہ اور جملہ اعزا آنکھ مچی ڈھپ کھیلے، یہ نظارہ قابل دید تھا، عالی وقار بی بیوں کا اس بے تکلفی اور یگانگت سے آپس میں مِل جُل کر اور اپنے ماتحتوں کو اپنے ساتھ لے کر کھیل کود میں مصروف ہونا برکت اتحاد کا باعث اور سلیقہ کی بنیاد ہے سچ ہے، تواضع زگردن فرازاں نکوست۔ شام کو سب بی بیاں واپس آئیں، مہارانی صاحبہ نواب بیگم کو اپنے ہمراہ شکار گاہ لے گئیں، چونکہ دونوں اس فن کو اچھی طرح جانتی ہیں، کچھ راستہ ٹانگوں پر طے کرنے کے بعد "پریزو" ہرنوں سے معمور جنگل میں پہونچے، آفتاب اپنی آخری روشنی دُنیا پر ڈال رہا تھا اس واسطے اتنا وقت نہ تھا کہ دلجمعی سے شکار ہوسکتا اس لئے صرف سیر کر کے واپس آئیں، میں جب انتظار کرتے کرتے تھک گئی تب کہیں جاکر ہمشیرہ نے اندھیری رات میں اپنی پیاری صورت دکھا کر دل و مکان کو منور کر دیا، ہمشیرہ کی غیر حاضری میں ایک ایسا نظارہ میری آنکھوں نے دیکھا کہ اُس کی قدرت کاملہ پر میں محو حیرت ہوگئی مختصر سی مہتابی سے اطراف و جوانب کی سیر

کر رہی تھی اور اسی قیام گاہ کے اردگرد نظر دوڑا رہی تھی اتنے میں بندروں کے شور نے مجھے اس طرف مجبور کیا، کیا دیکھتی ہوں کہ پندرہ بیس بندروں نے جن میں بوڑھے جوان اور بچے شامل تھے، سبز گھانس کا محاصرہ کر لیا ہے اور اپنے اعزا کی جماعت فراہم ہے، کوئی دور بیٹھا ہے کوئی اپنی ہی دھن میں مست ہے کوئی ماںتا کی ماری بندریا نومولود کو اپنے جگر سے چپکائے ہوئے اچکتی اچکتی کسی جگہ مطمئن ہو کر بیٹھی ہے اور پھر بچہ اس کے اردگرد کھیلتا کودتا ہے اور وہ محبتانہ نگاہ سے اس کی حرکت کو خاموشی کے ساتھ دیکھتی ہے، اس جماعت میں اور بھی بندریا تھیں نہ معلوم انہیں کیا احساس ہوا اور اُن میں سے ایک اس بچہ کے پاس آئی اور اس سے کھیلنے لگی اور دفعتاً اپنے سینے سے چپکا کے اچکتی ہوئی دُور جا کر بیٹھی اور اس بچے کو اپنے اطراف میں کھیلنے دیا کوئی دو دقیقے بھی نہ گذرے ہونگے کہ بچے نے پہچانا کہ یہ میری ماں نہیں ہے پس اسی وقت لڑکھڑاتا ہوا مگر بجلی کی طرح اپنی حقیقی ماں کے پاس چلا گیا۔ ماں کی خوشی قابل دید تھی، اس طرح یکے بعد دیگرے کئی بندریوں نے بچے کو اچکا اور دور لے گئیں اور پھر ڈھونڈھتا ہوا بچہ اپنی ماں کے پاس آیا، تھوڑی دیر یہی سلسلہ جاری رہا اتنے میں کیا دیکھتی ہوں کہ ایک اور بندریا تین پیر سے اچکتی چلی آرہی ہے اور ایک پیر کسی چیز کو پکڑے ہوئے ہے جب نزدیک آئی تو معلوم ہوا کہ نوزائیدہ بچہ بالکل بے حس و حرکت ہے۔ اسے مارے محبت کے نہایت مشکلوں کے ساتھ ایک پیر سے سہارا دے کر لائی ہے۔ اور

ایک جگہ تاسف کرتی ہوئی بیٹھی ہے، بچے کو سامنے رکھا اور نہ معلوم اسے کس طرح شک آیا تو آہستہ آہستہ اپنے پیر سے ہر طرف بچے کے جسم کو ٹٹولا، ہلایا، دیکھا پھر ٹھیری، پھر محبتانہ انداز سے اُسے اُسی طرح اُچک کے اور طرف ہو رہی، صاف عیاں تھا کہ بچہ مر چکا ہے، لیکن ماں کا جی نہیں چاہتا کہ وہ اس بات پر یقین کرے کہ بچہ مر گیا ہے، اِسے لے لیکے پھر اُچکنے لگی، آخر کار بہت ہی دیکھ بھال کرنے کے بعد دل میں کیا آیا جو اُس کی لاش کو چھوڑ کر آگے چلی لیکن اُس کی ماں تا کب اسے آگے چلنے دیتی تھی پھر پھر کے رُکتی، دیکھتی چلتی پھر لوٹ کر اُس کے قریب آئی اور اُچک کے بچہ کو پیر کے سہارے اپنے ساتھ لے چلی، اور آخر کار نظروں سے غائب ہو گئی، انسان ہو یا جانور ماں کی ممتا کچھ عجیب ہی نعمت ہے۔

اُنتیس ۲۹ دسمبر۔ آج ہمارے ایک عزیز کے گھر دعوت تھی، وہاں علم موسیقی کی ماہرین میں سے ایک شخص جس کا نام جمال الدین ہے اس کی بین سنی، اِس فن کا بہت ہی بڑا اُستاد ہے اور جس قدر دقیق معلومات اس بارے میں اس کو ہے شاید ہی کسی کو ہو گی اس نے سنگیت لا کے کئی چیزیں ایسی بتلائیں کہ جس کو دیکھ کے اور سُن کے ششدر رہ گئے اس کو کئی بار سُننے کا اتفاق ہوا ہے مگر یہ علم اور اس کا مباحثہ اس درجہ لطیف اور عمیق ہے کہ جب سنو کچھ نیا ہی علم اس شخص سے حاصل ہوتا ہے، اس کے گھر کا بچہ بچہ ماہر ہے اور سُروں کی شناخت حیرت انگیز ہے۔

بڑہ ، ہ اور اس قدر گرم تعجب معلوم ہوتا ہے، مگر یہ ضرور نامناسب ہے
کون خیال کر سکتا ہے کہ یہ جاڑے کا موسم ہے۔

بیس دسمبر آج زنانہ اسکول دیکھنے کے لئے گئے تھے یہ اسکول بیس سال سے مسلمان لڑکیوں کی تعلیم کے واسطے جاری ہے، مگر کوئی ایسی نمایاں ترقی دکھائی نہیں دیتی جیسی اتنی برسوں میں ہونی چاہیئے بعض تعلیم کی دلدادہ خواتین اس مدرسہ کی نگرانی بذات خاص کرتی ہیں، لیکن ابھری ہوئی حالت نہیں معلوم ہوتی ہے یہاں ہمشیرہ نے بچوں کے خوش کرنے کے لئے مختصر سی رقم دی تاکہ وہ خوشی منائیں، اور اردو تلفظ جس لڑکی کے عمدہ ہوں گے اُن کے لئے ایک سال تک اسکالرشپ مقرر کردی دیکھیں کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ بات اصل یہ ہے کہ جس اسکول میں گجراتی اور اردو ساتھ سکھائی جاتی ہے وہاں اردو کا خاتمہ ہے دونوں زبانیں ایک دوسرے کے عکس ہیں، تلفظ کا بُرا ہونا بدیہی بات ہے۔ اسکول دیکھ کر ایک اور عزیز کی دعوت میں گئے۔ چھوٹا سا نہایت صاف شفاف آراستہ مکان ہے جس کے دیوان خانے میں بٹھایا اور صاف ستھرے خوان میں بہت ہی لذیذ اور بدذائقہ الوان نعمت کھلائے یہ بی بی ہیں تو غریب آدمی مگر نفاست پسندی اور تمیز داری اُن کا آبائی حصہ ہے۔ انسان کو ایسی دعوت سے بے حد مسرت پیدا ہوتی ہے۔ اپنی مختصر آمدنی میں بھی کُل سلیقہ اور تمیز داری کا دھیان رکھنے کا مقدور ان لوگوں کو ہوتا ہے جن کو فطرتی میلان ہے۔ اور زیادہ تحسین کے قابل یہ بات تھی کہ قابوں اور طشتریوں

اچار دانیوں وغیرہ جن میں اغذیہ لطیف بھری ہوئی تھیں وہ سب ایک رنگ و ڈھنگ کی چُنی تھیں جس سے ایک حقیقی مسرت پیدا ہوتی تھی ایسے صاف ستھرے برتن اُس پر رنگ آمیزی کا خیال کھانے کو اور بھی لطیف بنا تا تھا اور کھانے کی دل سے رغبت ہوتی تھی نہایت شوق سے سب کا مزا چکھا بعد کھانے کے نفیس پھل پیش کئے گئے اُس کے بعد گلوریوں سے دعوت کا خاتمہ ہوا اور تھوڑی دیر بعد ہم اپنے قیام گاہ کو لوٹے اُس وقت کوئی چار بجے ہوں گے۔

اکتیس۳۱ دسمبر۔ رات کو ایک کمپنی نے یہاں کے ناٹک گھر میں تماشہ دکھایا۔ جہاں بی بیوں کے دیکھنے کا انتظام تھا اس لئے مہارانی صاحبہ آپ تشریف لے گئی تھیں اور ہم لوگوں کو بھی بُلایا تھا، کھیل کرنے والوں کے لباس گراں بہا تھے مگر ناٹک میں کچھ دم نہیں تھا، مہارانی صاحبہ مع تینوں بہوؤں کے تشریف لائی تھیں اور ان ہی چاروں کو دیکھنا سچا لطف تھا۔ مہارانی صاحبہ نے سیاہ لبرٹی پہنی تھی اور اِس اندھیرے احاطہ میں ان ہی کا اُجالا پڑتا تھا، بہت ہی اچھی معلوم ہوتی تھیں اس میں تو کوئی شک نہیں۔ ساڑھے بارہ یا ایک تک سب ہو چکا۔ شکر خدا کا کہ سستے چھوٹے۔

نواب بیگم صاحبہ نے چند رشتہ داروں کو آج چائے پر بُلایا تھا خوش گپیاں اُڑاتے ہوئے وقت گذر گیا۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد مہارانی صاحبہ کی نئی سمدھن آئیں اور کل رات کے لئے دعوت دی۔ سُنتے ہیں کہ یہ بہت بھاری رسم ہے جو

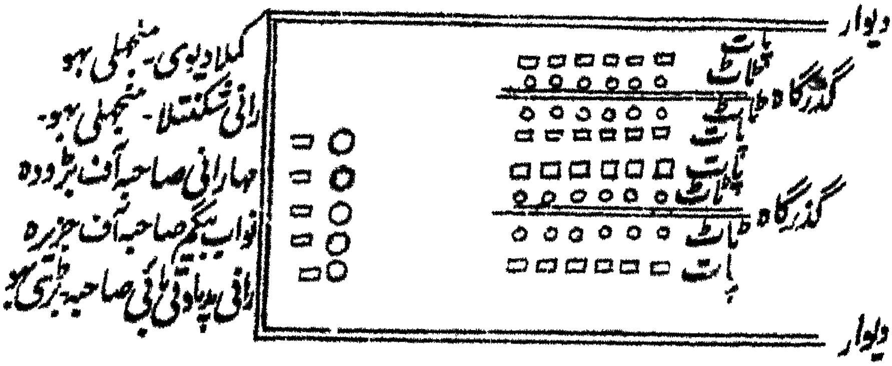
کل ادا ہوگی اور یہ موقع خاص دولھا کی ماں کے مان اور مرتبہ کا ہے دلھن ادا
کرتی ہے۔ اس کا نام راس ماہوتا ہے۔ کل دیکھا جائے گا کہ کس قسم کی رسم ہے اگرچہ
ریاست جزیرہ میں اکثر یہ بھو ہنود ہیں لیکن اس وضع کی رسم ہم نے کبھی نہیں دیکھی
باوجودیکہ ان لوگوں کی مختلف شادیوں میں ہم شریک ہوئے ہیں مگر یہ تو کچھ انوکھے
چو چلے ہیں جو دینی فرائض کی طرح جڑ پکڑ گئے ہیں۔

ہمارے قیام بڑودہ میں محترمہ ہر ہائینس فرماں روائے بھوپال نواب
سلطان جہاں بیگم صاحبہ کی طرف سے ہم بہنوں کے لئے تحفتاً اپنی تصنیف کردہ
کتابیں بچوں کی پرورش اور تندرستی مع دومیسٹک اکانومی کے آئیں زیادہ وقت
تو مِل نہیں سکا اس واسطے تینوں کتابوں کو حسب دل خواہ مطالعہ نہ کرسکی مگر بچوں
کی پرورش کو ضرور پڑھا واقعی نہایت ضروری بلکہ لازمی ہدایتیں حضور عالیہ نے قلم بند
کی ہیں کہ جن کے نہ جاننے سے آئے دن ہزارہا جانیں بے دریغی اور لاعلمی کا شکار
ہوتی ہیں۔ اس طرح کی کتابیں بہت ہی مفید ہیں۔ اس میں تو کوئی شک و شبہ
نہیں۔ اس میں جو احتیاط زچہ اور بچہ کے لئے تحریر فرمائی ہے وہ اکثر متمول گروہ
کے قابل مجھے معلوم ہوئیں اور زیادہ تر یورپین اشیاء کو ملحوظ رکھا ہے یہ سب بہت
اچھی ہدایتیں ہیں لیکن معقول خرچ ہونے کا احتمال ہے اور ہمارے ملک کے لحاظ
سے بعض باتیں بے آرامی کی بھی ہیں۔ ورنہ مقصد بہت ہی ضروری اور فرض ہو
اب حضور عالیہ نے اس قسم کی کتاب لکھی ہے اس سلسلہ میں اپنے ملک کے

لحاظ سے دیسی ڈاکٹروں کی رائیں اور اپنے تجربوں کے ساتھ۔

سلسلہ سلطانیہ میں ایڈیٹرس ظل السلطان کو ضرور ایک کتاب لکھنی چاہیئے کہ جو اوسط درجہ ماؤں کے واسطے مرتب ہو اور ایسے ڈھنگ میں ہو جو دیسی پست خیال مغزوں میں سما سکے اور اس پر عمل کرنا اُن کو بھاری نہ معلوم ہو۔ اس پر زیادہ طول وطویل مباحثہ آیندہ کسی فرصت کے وقت کروں گی۔ فی الحال حضور عالیہ کا دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں کہ اُنھوں نے عنایت فرما کر ایسی مفید کتاب کو پڑھنے کا موقع ہم لوگوں کو دیا۔

دوسری جنوری۔ رات کو ایک مہارانی صاحبہ تشریف لائیں اُن کے ہمراہ سیتا بائی صاحبہ بھی تھیں۔ اُن لوگوں سے معلوم ہوا کہ محل پر کھانا ہوگا اور بعدہٗ گلال بازی کی دھوم مچے گی۔ ہمشیرہ اِن لوگوں کے جانے کے بعد تیار ہو گئیں اور محل پر کھانے کے واسطے گئیں۔ کہتی تھیں کہ بہت بڑی دعوت تھی، کھانے کے کمروں کو پھولوں اور پتوں سے سجا تھا اور جا بجا خوبصورت گملے رکھے ہوئے تھے اور بجلی کے گولے بیلوں میں آویزاں تھے جن سے کمرہ جگمگا گیا تھا۔ ہر ایک بی بی کا ٹھاٹ باٹ الگ الگ رکھا ہوا تھا جیسے کہ اُن کا رواج ہے۔ کبھی یہ لوگ اکٹھے ایک خوان پر نہیں کھاتے ہیں۔ کوئی چار قطاریں بڑے کمرے میں لگی ہوئی تھیں اس طرح۔



مہارانی صاحبہ، نواب بیگم صاحبہ اور تین بہوؤں کے واسطے ٹاٹ اور سالن دانیاں خالص سونے کی تھیں اور ہر پاٹ کے اطراف میں رنگ اور دوسری چیزوں سے بیل بوٹے بنائے ہوئے زمین پر تھے اور اس میں جابجا سنہرا اور روپہلا کام کیا ہوا تھا اور دوسری بی بیوں کے ٹاٹ چاندی کے تھے۔ نہایت خوبصورت زیورات جن کی چمک دمک اور ساڑیوں کی جوت سے کمرہ دونا روشن ہو گیا تھا اور خاصتاً مہارانی صاحبہ کا جلوہ قابل دید تھا۔ پر تکلف دعوت تھی کوئی تین سو سے زاید بی بیاں جمع تھیں، کھانے سے فراغت ہوتے ہی سبھوں نے زرق برق پوشاکیں بدل ڈالیں اور اس قسم کی ساڑیاں باندھیں جس پر جتنا ہی گلال پڑے تو کوئی ہرج نہ ہو، اور زیورات کو بھی اُتار رکھا، سب کی ہیئت یہی معلوم ہوتی تھی گویا غسل خانے چلی ہیں! کوئی دن کے ساڑھے دس بجے یہ گلال بازی شروع ہوئی یہ برات محل سے برآمد ہو کر پیدل چلی۔ جتنا باغ کا احاطہ محل کی ڈیوڑھی سے پھاٹک تک تھا اس کے مقررہ حصہ کو کمخواب کے فرش سے ڈھکے ہوئے سواری کے آگے آگے فراشنیاں

چلی جاتی تھیں ایک ایک ٹکڑا کوئی بیس بیس وار کا لمبا ہوگا ایک بچھا دوسرا اُٹھا
اور اس کے آگے بچھا اس طرح کم خوابی فرش بچھتا اور اُٹھتا تھا دورویہ بڑے بڑے
چراغ گیس لائٹ کے اپنے کندھوں اور سروں پر ایک ایک طرف تیس تیس
مزدورنیاں اُٹھائے برات کے لئے روشنی ڈال رہی تھیں مہارانی صاحبہ سب سے
آگے تھیں اور سب جلوس ساتھ ساتھ تھا مدعو شدہ عورتیں سیلاب کی طرح چلی جا رہی
تھیں ہر بی بی اپنے ساتھ ساڑی بدلنے کے لئے لے آئی تھی اس واسطے پوری
گلال بازی کے لئے تیار ہو گئی تھیں ہمشیرہ نے بھی خاصے کھیلنے کے قابل لباس
پہنا تھا میں بھی بعد میں ویسی ہی موزوں لباس کو پہنکر آئی۔

بینڈ فاصلے سے سُنائی دیتا تھا ویسے ہی باجہ بھی رہ رہ کے یاری دیتا تھا۔
پھاٹک تک تو متانت باقی رہی وہاں سے کم خواب کا فرش موقوف ہو کر اسی
طریقہ سے بانات کا فرش بچھتا چلا گیا۔ مگر دوسرا سب اسی طرز سے قائم چلا جا رہا
تھا اب گویا سڑک پر برات آئی یہاں دو دو قناتوں سے پورا پردہ کر لیا تھا تا کہ
کسی راہ رو کی نگاہ پڑنے نہ پائے دورویہ قناتوں کے درمیان فاصلے فاصلے
سے ایک ایک مطربہ کھڑی الاپتی تھی جب کھلے میدان میں پہونچے تب گلال
کے قمقمے ایک دوسرے پر پھینکنے اور پھوٹنے لگے قمقمے والیاں پیش کرتی جاتی تھیں
اور گلال باز اپنا ارمان نکالتے جاتے تھے مہارانی صاحبہ نے نواب بیگم صاحبہ پر پھینکا
اس طرح اُنھوں نے بھی کسی قدر ہچکتے ہوئے اُن پر پھینکا تھوڑی دیر میں کل جسم

سرخ ہوگیا، سر، چہرہ، بال وغیرہ سب جگہ گلال ہی گلال بھر گیا قمقمے کہاں تک ہوں
کو پورا کر سکتے تھے پھر تو کشتیاں اور خوان گلال سے بھر بھر کے آئے اور اس قدر گلال بازی
ہوئی ہوا تھی وہ گلال کے گرد و غبار سے آلودہ آنکھ کان ناک سب میں گلال ہی
گلال پیوستہ ہوگیا تھا، اس طوفان بے تمیزی میں ہر ایک کو حق تھا کہ ہر ایک پر
بلا استثنیٰ گلال اُڑائے اسی بنا پر مہارانی صاحبہ بھی خوب لت پت ہوئیں اُنھوں نے
بھی اوروں کو لت پت کیا آگے چلکے بانات کا فرش بھی علیحدہ کیا گیا اور چاندنی بچھائی
اور اُٹھائی جاتی تھی اسطرح گلال کھیلتے ہوئے موتی باغ کے قریب برات پہونچی یہاں
پہونچنے تک کوئی ساڑھے بارہ بجے ہوں گے یا ایک بجا ہوگا یہاں بہت ہی خوبصورت
بڑودہ کی ساختہ آتشبازی چھوٹنے لگی، ایک درخت بنایا گیا تھا جس پر سے رنگین
گولے چھوٹتے تھے بہت ہی خوبصورت اور انوکھا معلوم ہوتا تھا۔ اسے دیکھتے، تھمتے،
گلال کھیلتے ہوئے پھاٹک میں داخل ہوئے اور کوئی دو بجے شامیانوں کے قریب آئے
پہلا شامیانہ مہارانی صاحبہ کے واسطے نصب تھا اس میں چاندی کا منقش جھولا
لٹکتا ہوا دکھائی دیا اس کی چھت اور اطراف میں انگور کے مومی بیل پتے بنے ہوئے
لٹک رہے تھے اور انگور کے خوشے بھی بعض مقام پر آویزاں تھے۔ اور ایک طرف
غسل خانہ تیار تھا جس میں بڑے بڑے چاندی کے برتن گرم اور ٹھنڈے پانی سے
بھرپور موجود تھے اور کل غسل کی تیاری تھی یہ دیکھ کے ہماری سمجھ میں آیا چونکہ یہ
پہلا ہی اتفاق تھا جھولا مہارانی صاحبہ کیلئے تھا تاکہ اس پر بیٹھ کے گاتے ہوئے

جھولیں مگر وہ تو انھوں نے نہ کیا پھر وہ اپنے ہمراہ ایک بڑے خیمہ میں لے گئیں جہاں بہت بڑے بڑے برتن تانبے کے رکھے ہوئے تھے جنمیں پانی کا انتظام تھا غسل کی تیاری کے بعد ایک اور خیمہ میں لے گئیں جہاں اُنھوں اور نواب بیگم صاحبہ اور دوسرے لئے انتظام تھا یہاں بھی سب اسباب چاندی کا تھا بڑی بڑی چوکیاں چاندی کی رکھی ہوئی تھیں اور سب ضروریات مہیا تھیں آئینہ وغیرہ سب کچھ رکھا ہوا تھا، تولیا، صابون کوئی ۷-۸ قسم کی خوشبو، اُبٹنے ہر ایک کیلئے علیحدہ علیحدہ رکھے ہوئے تھے اور سکیکائی کا پکا ہوا گاڑھا پانی بھی تھا تینوں بہویں آئیں اور نہانا شروع ہوا سیروں گلال بہ کے چلا گیا۔ کوئی ۵-۶ عورتوں کی مدد سے ان لوگوں نے غسل کیا مگر کس صفائی سے کہ ذرّہ بھر بھی جسم نظر نہ آیا اور خاصی طرح غسل کر کے رخصت ہوئیں پھر ہماری باری آئی اور ڈھائی تین بجے رات کے وقت غسل کیا اور نہایت عمدہ غسل کیا اور گلال سے فراغت پائی اور دوسرے اچھے کپڑے پہنے مگر ایک وقت کے نہانے میں تھوڑی ہی گلال نکل سکتا ہے ممکن نہیں ہر جگہ رہ گیا تھا اتنے میں مہارانی صاحبہ کیطرف سے بلاوے پر بلاوے آنے لگے اور جہانتک ممکن ہوا جلد ہم لوگ اس طرف چلے جہاں ایک بہت بڑا شامیانہ نصب تھا، اسمیں مہارانی صاحبہ مسند نشین ہوئیں اور تمام بیبیوں کا دربار منعقد ہوا کچھ عجب کیفیت پچھلی رات میں دکھائی دیتی تھی، باقی رہا ہوا گلال اس پر جاہ و جلال اندھیرے میں مہارانی صاحبہ کی سفید بوٹی دار ساڑھی پہننا اس پر اُن کا قدرتی نکھار اور سرخی کی آمد و رفت ایک تصویر معلوم ہوتی تھیں ملائک فریب اس میں ذرّہ بھر مبالغہ نہیں۔

سمدھی کیطرف سے پوشاکیں تقسیم ہوئیں، مہارانی صاحبہ کو تارکھیوے کی ساڑھی پیش ہوئی اور سونے کی طشتری جسمیں قشقہ کیلئے کنکودانی، آئینہ کنگھی کاجل دانی، پیر گھسنے، زبان صاف کرنیکی چیزیں تھیں مطلب اس سے یہ ہے کہ گلال کھیلکر گلال آمیز ہو جاؤ تو نہاؤ، کنگھی کرکے چوٹی گوندھ کے یا جوڑہ باندھ کے منہ دھو کے قشقہ کرکے لباس پہنو اسکا کل انتظام سمدھن کرتی ہے اسلئے اسکا لوازمہ اور پوشاک تقسیم ہوتی ہے، مہارانی صاحبہ کی سونے کی چیزیں تھیں اور دوسرے سب کی چاندی کی، ۱۵۔۲۰ کو چاندی کی طشتریوں سمیت دیا گیا باقی سب کو وہی چیزیں بغیر طشتری کے رومال میں باندھ کے دیگئیں حسب مراتب پوشاکیں تقسیم ہوئیں۔ اسطرح نواب بیگم صاحبہ اور مجھے بھی یہ سب دیا گیا، بعد تقسیم کے ناریل دئے گئے، چھالیہ اور پان بھی تقسیم ہوا پھر دربار برخواست ہوا، مہارانی صاحبہ اپنے ہمراہ ہم لوگوں کو ہمارے قیامگاہ پر چھوڑتی ہوئی تشریف لیگئیں جسوقت ہم اپنی جگہ پر پہنچے اور گھڑی کیطرف نظر پھرائی تو دیکھا کہ چار بج چکے ہیں سویرے احمد آباد چلنے کا ارادہ فسخ کرکے میٹھی نیند سو رہے اور اچھی طرح آرام لیا، اٹھے تو طبیعت مضمحل تھی غرض سستی میں دن ختم کیا مگر منہ اور ناک سے کہا نستے ہوئے اور چھینکتے ہوئے گلال ضرور نکلتا تھا شام کو مہارانی صاحبہ کے پاس گئے وہاں سے ٹینس کیلئے چلنا ہوا ٹینس کے بعد ان سے وداع ہوکر اپنے قیام گاہ کی پر آئے ۳ تیسری کو احمد آباد گئے اسی رات کو وہاں سے چلے اور ۴ چوتھی جنوری کو اپنا سفر ختم کرکے بمبئی آئے، اس سفر میں نئی قسم کا تجربہ ہوا اسمیں شک نہیں، اور بمبئی آکر بھی دو چار روز تک گلال کا اثر باقی تھا۔ فقط

غلط نامۂ مضامین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۷	کر چھوڑا	بنا دیا	۳۵	۱۲	اپنے آپ	خود بخود
۲	۸	نہین دیسکتی ہین	نہین دے سکتیں	۳۶	۱۴	بعضی	بعض
۳	۸	یونتو	یوں تو	۴	۳	بنے ہیں	ہوکر
۳	۱۷	پائے پر	پایہ کا	۴۱	۱۴	صلاح	سلّا
۴	۱۲	پیرائے	پیرایہ	″	۱۵	جبوں جیوں	جوں جوں
۵	۸	چھوڑو	رکھو	۴۲	۱۶	حاصی	اچھی
۶	۱۲	ہین اگر	ہین کہ اگر	۴۳	۱۰	لکھا رتیں	لکھوتیین
۷	۴	خاصی	اچھی	۴۴	۱۳	تماشا بینی	تماش بینی
۸	۱۰	بنایا ہوا تھا	بنایا تھا	۴۵	۱۲	عدم فرصتی	عدیم الفرصتی
۱۱	۷	غرق	مصروف	۴۶	۱۱	آدھا	آدہ
۱۲	۱۳	خُلق	اخلاق	۴۷	۳	جھولتا ایک کیفیت	جھولتا ہوا ایک بڑی
۱۴	۳	ہم ہیں	ہم ہی ہیں			کی چیز ہے	دلچسپ چیز ہے
۱۴	۲	سے ہی	بھی	۴۸	۱۶	ریاستی	ریاست کے
۱۶	۹	ویسے تھیں ہوا جیسے	ویسا نہیں ہوا جیسا	۴۹	۷	ایسے میر کئے ہوئے	ایسی میزیں بچھی ہوئی تھیں
۱۸	۹	لاہور سے	لاہور کی	۵۱	۴	چوطرت	ہر طرف
۲۳	۵	گولی لگائی	بندوق چلائی	۵۲	۱۲	بس	پینے
۲۶	۱۲	ہی	اور	۵۴	۱۵	-	اس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۵	۹	پکڑ بیٹھیں	اختیار کریں
۵۶	۱۰	مغرب کو	مغرب کے وقت
۵۷	۷	لگی ہوئی	متصل
۵۹	۱۵	بعضے	بعض
۶۳	۳	کمائیگی	جہان تک بن سکتا ہے
۶۶	۱۵	سو	وہ
۶۷	۱۵	خرچا	خرچ کیا
۶۸	۳	کی ہو پڑتی	وہ ہوتی
۷۰	۱۶	آٹھہ تک	آٹھہ بجے تک
۷۲	۱۲	گڑگڑاہٹ	گڑگڑ
۷۳	۶	بوچھار پڑے	رسم ادا ہو
۸۲	۱۷	نان	تعیں
۸۵	۱۴	خاصکر کے	خصوصاً
۸۷	۵	قیمت بنا ہوا تھا	قیمت تھا
۸۸	۷	چلے آئے ہوئے	مروجہ
۸۹	۶	میزبان	ہم زبا
۹۱	۱۳	میتی بین بحث	میتی بحث
۹۴	۱۰	اگھاڑ ڈالنا	گھونٹنا
۹۶	۷	عافیتی	عافیت
۹۹	۱۲	آرام کی	آرام د
۱۰۰	۳	کیفیت	دلچسپ
۱۰۱	۷	کادل	کوحیا
۱۰۴	۸	سیر	بہر
۱۰۵	۸	روزکم	روزبروز
۱۱۱	۱۱	مل مل	ہل ہل
۱۲۸	۱۲	پھرتے پھراتے	پھرتے پھ
۱۴۸	۱۱	بعضے	بعض